www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ

المرشد

لاہور

جولائی 2000

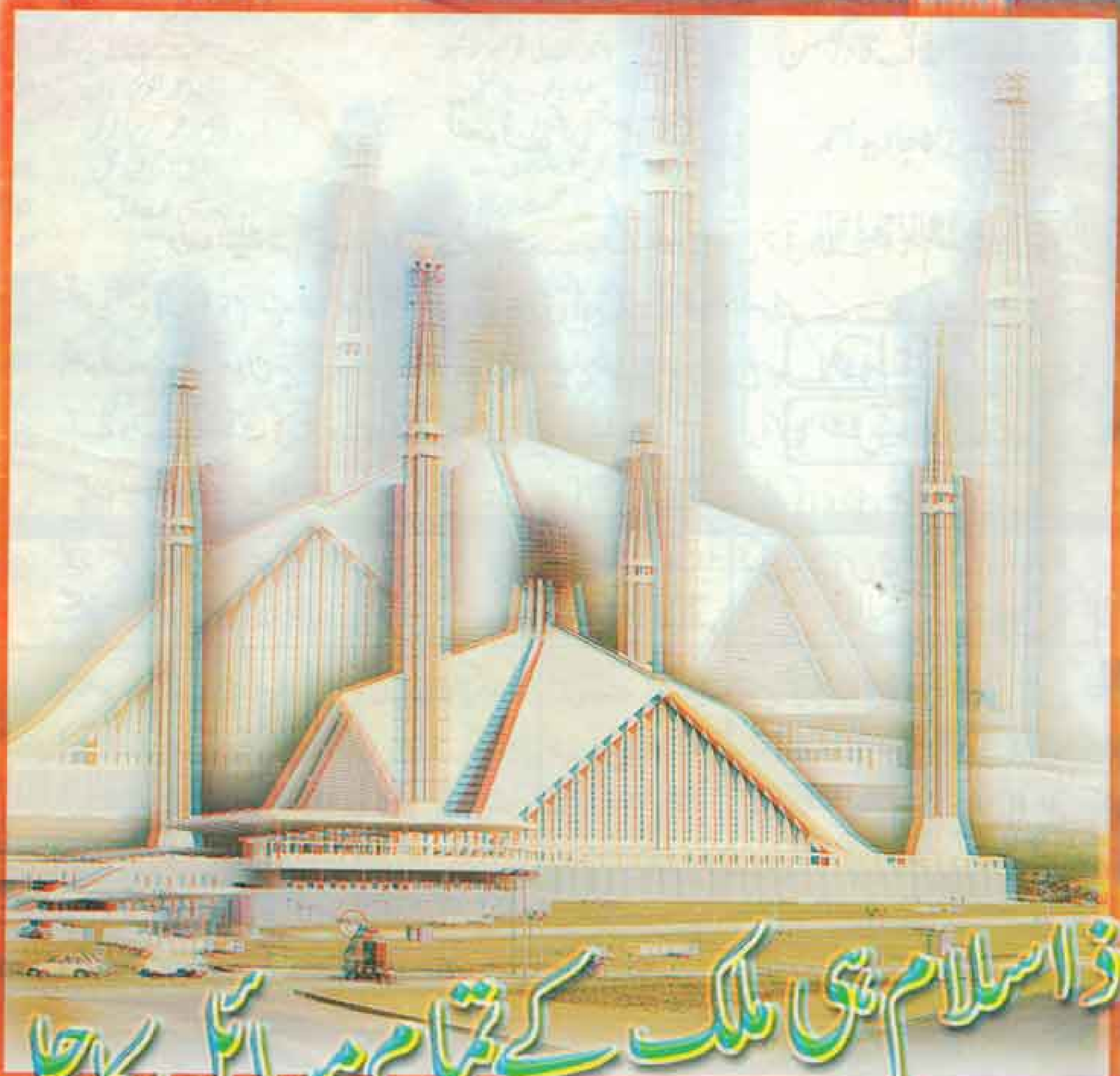

نفاذ اسلام ہی ملک کے تمام مسائل کا حل ہے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ماہنامہ
المُرشد
لاہور

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

جولائی 2000ء

جلد نمبر 21 شمارہ نمبر 12

اس شمارے میں

1-	(اداریہ) کونسل آف ایلڈرز	محمد اسلم	3
2-	محبت کیا ہے؟	امیر محمد اکرم اعوان	4
3-	دعویٰ اسلام تو ہے.... لیکن	امیر محمد اکرم اعوان	16
4-	کلام شیخ	سیماب اویسی	18
5-	پتھروں پر پڑی مٹی	ہارون الرشید	19
6-	حصول توجہ رسول ﷺ کا طریقہ	امیر محمد اکرم اعوان	23
7-	باتیں ان کی خوشبو خوشبو	حضرت مولانا اللہ یار خانؒ	28
8-	مسلمان اور بے عملی	امیر محمد اکرم اعوان	29
9-	اسرار التنزیل	امیر محمد اکرم اعوان	35
10-	نکل کر خانقاہوں سے	جنرل (ر) حمید گل	40
11-	من الظلمت الی النور	حکیم محمد صادق	43
12-	شہادت ہے مطلوب......	آسیہ اعوان	47
13-	وہ کیا تھا؟	سرفراز حسین	52
14-	صرف اسلام کی حکومت	غیاث الدین جانباز	54
15-	اٹھو کہ زمانہ چال......	بریگیڈئر حامد سعید اختر	56
16-	دیندار طوطے	عطاء الحق قاسمی	57
17-	شفاء کی پڑیا	بشریٰ اعجاز	63

مدیر ــــ چوہدری محمد اسلم

نائب مدیر ــــ الطاف قادر حسن

سرکولیشن مینجر ــــ راناجاوید احمد

کمپیوٹر گرافکس ــ اعجاز احمد اعجاز

CLP No. 3

قیمت 20 روپے

بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات	بدل اشتراک	سالانہ	تاحیات
پاکستان	175 روپے	2700 روپے	برطانیہ اور یورپ	25 سٹرلنگ پاؤنڈ	130 سٹرلنگ پاؤنڈ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	400 روپے	4000 روپے	امریکہ	45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
مشرق وسطیٰ کے ممالک	90 سعودی ریال	700 سعودی ریال	کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

رابطہ آفس۔ دار العرفان، عقب عبداللہ پور ویگن سٹینڈ، ریلوے کالونی، فیصل آباد۔ فون 542284

ناشر پروفیسر حافظ عبدالرزاق انتخاب جدید پریس لاہور 6314365

ہیڈ آفس۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔ فون 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

اداریہ

کونسل آف ایلڈرز ـــــ وقت کی ضرورت

COUNCIL OF ELDERS

پاکستان کی باون سالہ تاریخ پر ایک نظر دوڑائیں تو قدم قدم پر ملک مسائل و مشکلات سے دوچار نظر آتا ہے۔ کبھی بیرونی دشمنوں نے وطن عزیز کو اپنی مکاری کے جال میں پھنسایا تو کبھی اس دھرتی کو اندرونی طور پر زخم لگائے جاتے رہے۔ ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ گزشتہ باون برسوں میں پاکستان کے حکمرانوں میں سے بیشتر نے اقتدار کو ذاتی مفادات کے حصول اور عیش کا ذریعہ ہی جانا۔ اگر کسی حکمران نے ملک کو بحرانوں سے نکالنے کی سعی بھی کی تو انگریز کے فرسودہ اور ظالمانہ نظام نے اسے سعی لاحاصل بنا دیا۔ یہاں مارشل لاء بھی آیا اور پارلیمانی نظام حکومت بھی آزمایا گیا مگر پاک سرزمین کے باشندے اور یہ وطن جوں کا توں گھمبیر مسائل کی دلدل میں پھنسا رہا۔ خوشحالی کا خواب آنکھوں میں سجائے لاکھوں افراد قربانیاں دے کر اپنے خواب نئی نسلوں کو دینے کے بعد دنیا سے چلے گئے اور آج یہ نسلیں ہر آنے والی حکومت سے آس لگاتی ہیں کہ اب خوشحالی کا دور آئے گا مگر یہ امید بھی ماضی کی طرح دم توڑ جاتی ہے۔

اب ملک میں فوجی حکومت کے اقتدار سنبھالنے کے وقت لوگ یہ توقع رکھتے تھے کہ شاید اب ان کی قسمت بدل جائے گی لیکن ایسا نہ ہوا اس کے علاوہ فوجی حکومت آنے کے بعد سیاسی جماعتوں کی اہمیت "تقریباً" ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ اگر کسی جماعت کی تھوڑی بہت اہمیت ہے بھی تو وہ زیادہ موثر نہیں۔ ایسے حالات میں حکومت کی طرف سے ملک و قوم کے مفاد کے منافی کسی اقدام کو روکنے کے لئے اپوزیشن کا کردار "تقریباً" معدوم ہو چکا ہے۔ ویسے بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی پارٹی برسر اقتدار ہوتی ہے تو ملک کے اہم مسائل پر ان کا موقف کچھ اور ہوتا ہے جب یہ لوگ اپوزیشن میں ہوتے ہیں ان کا موقف یکسر تبدیل ہو جاتا ہے۔ اپوزیشن صرف مخالفت برائے مخالفت کا کردار شروع کر دیتی ہے۔

ہمارا مسئلہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ کوئی بھی فیصلہ یا معاہدہ کرتے وقت حکمرانوں سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا اور اکثر ایسے معاہدے کر لئے جاتے ہیں جن کے اثرات ہمارے اجتماعی مفاد کے خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً حال ہی میں کارگل پر میاں نواز شریف نے بغیر کسی مشورہ کے مجاہدین کی تمام قربانیوں کو فراموش کرتے ہوئے اور ملکی مفاد کو پس پشت ڈال کر کلنٹن کے دباؤ پر معاہدہ کر لیا۔ اسی طرح کالا باغ ڈیم پر صوبوں کے اختلافات ختم کرنے کے لئے کوئی ایسا شخص یا ادارہ نہیں ہے کہ جس کے فیصلے یا مشورے کو غیر جانبدارانہ سمجھا جائے، جو باہم سب کو ایک فیصلہ پر متفق کر سکے اور سب اس کے فیصلہ کے پابند ہوں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور ملک کو مستقبل کے ممکنہ خطرات سے بچانے کے لئے تنظیم الاخوان کے سربراہ، امیر محمد اکرم اعوان نے محب وطن دانشوروں، مفکروں اور غیر متنازعہ پیشہ ور ماہرین پر مشتمل ایک کونسل آف ایلڈرز بنانے کی تجویز پیش کی ہے۔ گو کہ اس طرح کی تجویز کی بازگشت پہلے بھی سنائی دیتی رہی لیکن اب اسے جامع اور موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تجویز کے مطابق یہ کونسل 25 سے 30 افراد پر مشتمل ہوگی۔ یہ ایسے افراد ہوں گے جن کی رائے نہ صرف ملک میں بلکہ دنیا بھر میں معتبر سمجھی جاتی ہو۔ کونسل آف ایلڈرز نہ صرف حکومت کی صحیح رہنمائی کرے گی بلکہ ملک کو سنگین داخلی و خارجی بحرانوں سے بچانے کے لئے بھی سوچ بچار کرے گی۔

امیر محمد اکرم اعوان نے کونسل آف ایلڈرز قائم کرنے کی جو تجویز پیش کی ہے وہ بروقت اور ملک و قوم کے عین مفاد میں ہے کیونکہ ماضی میں جو بھی خرابیاں پیدا ہوئیں ان میں ایک وجہ مناسب چیک اینڈ بیلنس کا نہ ہونا ہے۔ اس لئے کونسل آف ایلڈرز کے قیام سے ملک میں ایک ایسا چیک اینڈ بیلنس قائم ہوگا جو سیاسی وابستگیوں سے بالاتر ہوگا۔ ملک کے وسیع تر مفاد میں محب وطن دانشوروں کو چاہئے کہ وہ کونسل آف ایلڈرز کی تجویز پر نہ صرف سنجیدگی سے غور کریں بلکہ مل کر اس کی تشکیل کے لئے بھی فوری طور پر لائحہ عمل ترتیب دیں۔

(Council Of Elders) کونسل آف ایلڈرز کے قیام کی ضرورت اس لئے بھی ضروری ہو چکی ہے کہ اس سے معاشرے کے مختلف طبقوں کے نمائندہ افراد باہمی مشاورت سے ایک دوسرے کے مسائل نہ صرف ڈسکس کر سکیں گے بلکہ ان مسائل کے حل کے لئے قابل عمل راستے بھی تلاش کریں گے۔ کیونکہ اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ مختلف طبقوں میں باہمی روابط اور مشاورت کا عمل نہ ہونے کی وجہ سے اہم قومی امور پر عوام کنفیوژ ہو جاتے ہیں کہ ملک کو درپیش مسائل کا اصل حل کیا ہے۔ کونسل کے قیام سے قومی ہم آہنگی بڑھے گی اور منظم، مستحکم اور مضبوط معاشرے کی تشکیل بھی سامنے آئے گی۔ جس سے پاکستانی قوم میں محبت، امن، دوستی اور بھائی چارے کی فضاء پروان چڑھنے میں مدد ملے گی۔

(Council Of Elders) کونسل آف ایلڈرز کی ایک خوبی یہ بھی ہوگی کہ وہ قوم کو بغیر مفاد، کسی لالچ کے غیر جانبداری اور حکومتی دباؤ سے بالاتر ہو کر رہنمائی کرے گی۔ یقیناً ایسی رہنمائی ملک و قوم کے لئے موثر اور دوررس نتائج کی سامنے آئیں گے۔

امیر محمد اکرم اعوان کی تجویز کو ابتدائی طور پر پاکستان کے جن دانشوروں اور دوسرے ماہرین تک پہنچایا گیا ہے انہوں نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے اسے سراہا ہے، امید کی جاتی کہ باقی جن افراد تک یہ تجویز پہنچے گی وہ بھی اس پر مثبت رد عمل کا اظہار کریں گے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

محبت کیا ہے؟

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان
دار العرفان 2000-06-9

اللھم سبحانک لاعلملنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ○

مولا یاصلی وسلم دائما" ابدا علی حبیبک من زانت بہ اسر

ہمارا آج کا موضوع کچھ روزمرہ کے حالات سے ہٹ کے ہے۔ لیکن میرے خیال میں انتہائی ضروری موضوع ہے اور بڑی قابل توجہ بات ہے پرسوں کی غالبا" بات ہے کسی شخص نے آکے، کسی اور کا سوال مجھ پر پیش کیا۔ اس سے کسی نے سوال کیا تھا اس نے مجھ سے کردیا یہ غالبا" پرسوں کی بات ہے؟

محبت کیا ہے؟

یہ چھوٹا سا سادہ سا ایک مختصر سے جملے کا سوال ہے اب محبت ایک ایسا موضوع ہے جو ہمیں ادب سے لے کر تاریخ تک ہر شعبے میں ملتا ہے ہم اگر تاریخ کو دیکھنا چاہیں تو اس میں محبت کرنے والوں کے محبوبوں کے، محبوں کے قصے ملیں گے۔ ہمارے ادب کا سارے کا سارا مواد ہی طاس ایک لفظ محبت پر ہے۔ جب ہم کتاب اللہ کی طرف آتے ہیں۔ اللہ کی آخری کتاب کی بات جو جامع ہے تمام پہلی کتابوں میں بھی محبت کی بات ہوتی ہے کتاب اللہ میں بھی بات محبت پر آجاتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ جو حاصل کائنات ہیں رحمت مجسم ہیں جمال باری کا، واحد واسطہ 'ذریعہ' اور وسیلہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا تم میں سے کوئی بھی۔ تم دعوی کرتے رہو، اعلان کرتے رہو، اعمال کرتے رہو، کلمہ پڑھتے رہو، تلاوت کرتے رہو، عبادت کرتے رہو، ایمان کی صحت کی شرط یہ ہے کہ جب تک میری ذات سے، محمد الرسول اللہ سے وہ اپنے والدین سے اپنی اولاد سے اور تمام کائنات کے ہر فرد سے بڑھ کر محبت نہ کرے تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

پھر محبت آگئی! تو میرے خیال میں بڑا ضروری سوال ہے کہ محبت ہے کیا؟ جس کی طلب بارگاہ الوہیت میں بھی ہے۔ جس کا مطالبہ خاتم النبین بھی فرماتے ہیں جس کا مطالبہ دوست بھی کرتے ہیں جس کا مطالبہ والدین بھی کرتے ہیں جس کی طلب اولاد کو بھی ہے جس کا طالب بیوی سے میاں ہے اور میاں سے بیوی ہے، بہن سے بھائی ہے اور بھائی سے بہن ہے۔ محبت آخر شے کیا ہے؟ یہ ہے کیا؟ یہ بڑا عجیب سا سوال تھا میں نے بھی سن کر کہا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں، ٹیلی فون پر کوئی فوری جواب نہیں تھا میرے پاس۔

مجھے بات بھول گئی مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ کسی نے مجھ سے سوال کیا تھا ٹیلی فون پر باتوں باتوں میں بات گذر گئی آج سحری کے وقت جو مجھ پر منکشف ہوا یا جو بات میں سمجھ سکا، وہ میرے دل کو لگی، میں نے چاہا کہ یہ لوگوں کی امانت ہے اسے لوگوں تک پہنچادیا جائے۔ میرے پاس آڈیو، وڈیو، اور المرشد لوگوں تک بات پہنچانے کا اہم ذریعہ ہے۔ اس خطبہ کی وجہ سے بہت سے لوگ ان ذرائع سے میری باتیں پڑھ اور سن سکیں گے۔

محبت کا فلسفہ سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم پہلے انسانیت کا فلسفہ سمجھیں۔ انسان کیا ہے؟ کہنے کو تو ساری مخلوق ہے، زمین بھی مخلوق ہے، آسمان بھی مخلوق ہے شجر و حجر بھی مخلوق ہے، جانور بھی مخلوق ہے، پرندہ بھی پانی بھی ہوا بھی، لیکن ساری مخلوق میں ایک الگ سے اکائی ہے انسان۔ باقی مخلوق میں اور انسان میں فرق یہ ہے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں ہر چیز میں نے تمہاری بقا کے لئے پیدا کی ہے۔ زمین تمہاری خدمت کے لئے، آسمان تمہاری خدمت کے لئے، ہر چیز میں نے تمہاری خاطر پیدا کی ہے سیارے، ستارے، سورج، چاند، سمندر دریا، چشمے، پھل درخت ثمر، سب تمہارے لئے ہے اور تم

www.naqshbandiaowaisiah.com

.........جب بات انسان کی آتی ہے تو فرمایا تم میرے لئے ہو۔

حدیث قدسی ہے اللہ کریم فرماتے ہیں میں ایک ایسا خزانہ تھا جس کا جاننے والا کوئی نہیں تھا میری ذات کو یہ بات بھلی لگی کہ کوئی میرا جاننے والا، پہچاننے والا ہونا چاہئے۔ کوئی تو ہو جو میرے جمال کا طلبگار ہو' میرے قرب کا طالب ہو' جو میرے حسن پر فدا ہو' جو میری ذات میں فنا ہونا چاہئے' میں نے انسانوں کو پیدا کر دیا۔

گویا انسانیت کا ہر فرد، ہر انسان جب پیدا ہوتا ہے اس کی ذات میں ایک چھوٹا سا خلا ہوتا ہے ایک خانہ خالی ہوتا ہے نبوت بنی انسانیت کے لئے، اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان رابطے کے لئے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نبوت کی بھی ایک عمارت ہے اور اس میں بھی ایک خلاء تھا اور جس اینٹ نے یا جس چیز نے وہ خلا پر کر دیا میں وہ اینٹ ہوں۔ میں وہ ہستی ہوں جس نے اس خلا کو پر کر کے نبوت کی عمارت کو مکمل کر دیا یہ خلا ہر فرد کی ذات میں بھی ہے اس کی ذات بھی نامکمل ہے اور دونوں طرح سے۔

انسان مادے اور روح کا مجموعہ ہے جسم وجان کا مجموعہ ہے جسمانی اعتبار سے بھی اس میں ایک خلاء رہتا ہے اور روحانی اعتبار سے بھی اس میں ایک خلاء موجود ہے اور انسان غیر شعوری طور پر بھی اس خلاء کو پر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لئے آپ دیکھیں کہ جو لوگ تہذیب سے دور ہو گئے، علم سے محروم ہو گئے، جنگلوں میں چلے گئے، وحشی بن گئے، لباس سے بے نیاز ہو گئے، اخلاقیات سے بے نیاز ہو گئے، تہذیب کے ضابطوں اور قاعدوں سے بے نیاز ہو گئے لیکن کسی کی پوجا کرنے سے، کسی کو اپنا بنانے سے، مذہب کے نام سے، رسومات سے بے نیاز نہیں ہوئے یعنی ان کے اندر وہ خلا وہ خانہ تھا جس کی تکمیل کا ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے جو جذبہ اس خلاء کو مکمل کرنے کے لئے پیدا ہوتا ہے اسے محبت کہتے ہیں۔

جیسے بھوک لگتی ہے پیٹ خالی ہوتا ہے اسے بھرنے کے لئے ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے اسے ہم بھوک کہتے ہیں پانی کی کمی ہوتی ہے بدن میں اندر ایک طلب ایک تڑپ پیدا ہوتی ہے اسے ہم پیاس کہتے ہیں اگر کسی کو یہ ادراک ہو جائے کسی کو یہ شعور نصیب ہو جائے کہ میں مکمل نہیں ہوں۔ میری ذات میں، میری روح میں، اصل انسان میں ایک خلا باقی ہے اب وہ خلاء کسی کے لئے ہے اسے کون پر کرے گا وہ اللہ کے لئے ہے مکمل تب ہو گا جب وہاں جمال باری آجائے گا تجلیات باری آجائیں گی کیونکہ روح انسانی جو ہے۔ یہ صفات باری کا پرتو ہے۔

قرآن پاک میں ہے جو آپ سے روح کے بارے سوال کرتے ہیں انہیں کہہ دیں کہ روح امر ربی ہے

اور امر خلق سے الگ شے ہے۔ خلق بھی اسی کی ہے امر بھی اسی کے لئے ہے امر خلق نہیں ہے امر مخلوق میں نہیں امر صفت ہے اللہ کی۔ اور اللہ کی ذات جس طرح غیر مخلوق ہے اسی طرح اس کی صفات بھی غیر مخلوق ہیں۔ کوئی صفت ایسی نہیں ہے جو اس نے گھڑ کے اپنے ساتھ لگالی ہو جس طرح اس کی ذات ازلی اور ابدی اور قدیم ہے اب روح کا تعلق امر سے کس طرح ہے اور اس سے کس طرح روح بنی کس طرح بنائی گئی فرمایا یہ تمہارے شعور سے بالاتر بات ہے یہ تم نہیں جان سکتے۔

انسانی ذہن اور انسانی علوم کی رسائی اس حد تک نہیں ہے کہ روح بنی کس طرح اسے سمجھ سکیں فرمایا یہ سوال نہ کرو کہ تمہارے جاننے کی قوت یا علم اس سے کم ہے جس درجے کی یہ بات ہے۔ لہٰذا تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ روح امر سے متعلق ہے۔

اب جب یہ صفات باری کا پرتو ہے تو اس میں جب تجلی ذاتی کی آتی ہے تو یہ مکمل ہو جاتا ہے پرتو جمال ہے صفات کا' روح پرتوے جمال صفات باری ہے جب اس میں تجلی آتی ہے ذات باری کی، میں نے یہ بات پسند کی کہ کوئی مجھ پر فدا ہو' مجھے جانے' پہچانے' جو سونے کو پہچانے' جان دیتا ہے اس پر جو ہیرے کو پہچانتا ہے جان دیتا ہے اس پر جو حسن کو پہچانتا ہو' اس کا دیوانہ بن جاتا ہے جو ذات باری کو پہچانے اس کا کیا حال ہو گا؟ اس پر کیا بیت جاتی ہو گی؟ وہ کب سوتا ہو گا؟ وہ کب جاگتا ہو گا؟ کھاتا کیا ہو گا؟ کیا پیتا ہو گا؟ تو وہ جذبہ کہ جب بندے کو یہ احساس ہو جائے کہ مجھ میں ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

خلاء ہے میری ایک ضرورت ہے پھر یہ ادراک ہوجائے کہ یہ خلاء اس چیز سے پورا ہوگا۔

میری روح پرتو جمال ہے پر جمال صفاتی کا پرتو ہے اب یہ مکمل تب ہوگی کہ اس میں جمال ذاتی کی امیزش ہوجائے۔ تو جو طلب پیدا ہوجائے گی حصول جمال ذات کے لئے اسے محبت کہیں گے۔

اس لئے قرآن کہتاہے کہ جسے ایمان نصیب ہوتاہے اسے اللہ سے بڑی شدید محبت ہوجاتی ہے یہ جمال باری تک کیسے پہنچے۔ایک ہی راستہ ہے ایک ہی ذات ہے 'ایک ہی وجود ہے 'ایک ہی جمال ایسا ہے جو ایک نگاہ میں اسے ذات باری تک پہنچا دے اور وہ ذات محمد الرسول اللہ ہے۔

تو محبت الٰہی کا انحصار عشق رسول ﷺ پر ہے کسی کو پتہ چل جائے کہ مجھے فلاں چیز چاہئے اور وہ فلاں صاحب کے پاس ہے اس تک پہنچنے کے لئے کتنے حیلے کرے گا؟ کس کس کے پاس جائے گا؟ کس کس کی منت سماجت کرے گا؟ کس کس کااحسان سر لیناچاہے گا اور جب یہ پتہ لگ جائے کہ میری ضرورت ہے جو میرے اندر حقیقی انسان ہے اس کی ضرورت جمال ذات باری ہے اور مل سکتی ہے حبیب کبریا ﷺ کے وسیلے سے تو کتنی طلب پیدا ہوجائے گی اپنے آپ کو بارگاہ رسالت تک پہنچانے کی اور آپ کے قدموں میں فدا کرنے کی۔

احد کا میدان ہے بڑا شدید رن پڑ رہا ہے کشتوں کے پشتے لگ رہے ہیں ابودوجانہؓ ایک صحابی آئے یارسول اللہ میری تلوار ٹوٹ گئی۔ آپ کے پاس چھڑی تھی کھجور کی 'پاس پڑی تھی 'فرمایا ابودوجانہؓ اسے لے جاؤ۔ابودوجانہؓ نے لہرائی تو تلوار بن گئی اور جب اہل مکہ بھاگ رہے تھے مکہ کی بھاگتی ہوئی عورتیں ان کے سامنے سے گذریں۔ آپ نے تلوار اٹھائی کسی کو ماری نہیں کہ یہ تلوار اس قابل نہیں ہے کہ عورت پر چلائی جائے یہ اس کی شان کے خلاف ہے دو تین نسلوں تک ان کے خاندان میں رہی پھر تاریخ میں اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ایک صحابی کو تلوار لگی ڈھیلے سمیت ہڈی کٹ کر الگ ہوگئی اور صرف گوشت رہ گیااسی طرح آنکھ ہاتھ پر رکھ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا آپ نے وہ ہڈی اپنے ہاتھ پر رکھ کرواپس اس کی جگہ پر رکھ دی اور فرمایا لڑو 'جہاد کرو' اب کوئی زخم کانشان تک نہیں تھانظر خراب نہیں ہوئی تھی۔ایک اور صحابی کو لایاگیا ان کی ٹانگ پر تلوار لگی تھی اور ٹانگ کی ہڈی تک کٹ گئی تھی اور آج میڈیکل سائنس کو پتہ ہے کہ ہڈی کے اندر جو گودا ہوتاہے اگر وہ خون میں شامل ہوجائے تو بندہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتا صرف اتنی دیر زندہ رہتاہے جب اس کے ذرات قلب تک نہیں پہنچتے جب پہنچ جائے تو دل کے والو میں اٹک جاتاہے اور آدمی کی موت واقع ہوجاتی ہے اب اسے چاہئے تھا یارسول اللہ میری ٹانگ پر دست شفقت فرمائیے میری ٹانگ ٹھیک ہوجائے 'میں اٹھ کر لڑوں' اس نے کہاکہ مجھے لے جاؤ اور نبی کریمؐ کے قدموں میں ڈال دو اور درخواست پیش کی۔یارسول اللہ مجھے صحت نہیں چاہئے مجھے یہ سند چاہئے کہ اگر آج میں مرجاؤں تو کیا میں شہید ہوں گا میں جمال باری پاجاؤں گا۔آپ نے فرمایا بے شک۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہاکہ میرا رخسار اس ہستی کے پاؤں پر رکھ دو جس نے مجھے جمال باری سے آشنا کیااور وہاں جان دے دی۔

یہ جو جنون ہے یہ جو پاگل پن ہے جس نے اسے صحت مانگنے سے بھی روک دیا جہاں زندگی بٹ رہی تھی وہاں وہ موت لے رہاتھا۔یہ جو پاگل پن ہے اسے محبت کہتے ہیں

اس نے پالیاتھا اس نقطے کو کہ یہاں اگر مجھے موت مل جائے تو قدم ہے محمد رسول اللہ اور زخم ہے جہاد کا 'جہاد ہے اللہ کے رسول کے ہمراہ' دنیا کے بڑے مشرکوں کے خلاف 'یہیں جان دے کر میں زندگی پا سکتاہوں 'امر ہوسکتاہوں اور اس کے لئے اس نے جو پاگل پن کا مظاہرہ کیا ہے جسے آپ جنون کہہ لیں یہ جو کیفیت تھی اس کو محبت کہتے ہیں۔

یہ ہی ادراک جب عظمت رسول ﷺ کا ہوتاہے اور جب یہ احساس ہوتاہے کہ بارگاہ رسالت سے ملتاکیاہے ہم نے قرآن حکیم کا بڑا آسان معنی کیا

ان کنتم تحبون اللہ فتبعونی معنی ہونا بھی آسان چاہئے اتباع سے مراد ہے نمازیں پڑھو' جہاد کرو' ایمان لاؤ' تلاوت کیاکرو' ذکر اذکار کرو' یعنی جس سے میں نے

www.naqshbandiaowaisiah.com

روکا ہے رک جاؤ جو میں کرتا ہوں کرو' درست 'ایک معنی اور بھی ہو سکتا ہے۔

میں 'محمد الرسول اللہ نے دنیا کی سلطنتیں ٹھکرائیں 'دنیا کے کمالات ٹھکرائے 'دنیا کی دشمنیاں مول لیں 'دنیا کی مصیبتیں مول لیں لیکن جمال باری کی طلب کو قربان نہیں ہونے دیا 'وہ ہی مکے والے جو بدر واحد میں لڑنے آئے تھے۔ مکے میں تو وہ ہر چیز طشت پر رکھ کر لے آئے تھے کہ اگر آپ حکمران بننا چاہتے ہیں تو ہم سارے عرب کو جمع کر کے تمام قبائل سے آپ کی حکومت تسلیم کرواتے ہیں آپ بادشاہ بن جائیے۔ آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم اتنی دولت جمع کریں گے کہ جزیرہ نما عرب میں کسی دوسرے کے پاس اتنی دولت نہ ہو آپ وہ لے لیجئے۔ اگر آپ کسی خوبصورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو آپ اشارہ کیجئے کہ ہم عرب کا حسن آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیں گے آپ ہمارے دین کے خلاف بات مت کیجئے۔ ہم آپ کی ہر بات مانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اگر میرے ہاتھ پر سورج رکھ دو اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دو تو بھی میں وہی کروں گا جو مجھے میرا رب کہتا ہے

میری سمجھ کے مطابق فتبعونی کا حکم یہاں مزہ دیتا ہے جسے محبت کہتے ہیں وہ یہاں ملتی ہے کہ دنیا کی راحتیں 'حکومتیں 'سلطنتیں 'عزتیں اگر اس راہ میں حجاب بنتی ہیں اٹھا کر پھینک دی جائیں اور تجلیات ذات باری کو ان پر قربان نہ کیا جائے۔

میری سمجھ کے مطابق فتبعونی کا اطلاق یہاں ہوتا ہے کہ جو میں یعنی محمد ﷺ نے کیا وہ کرو

نمازیں تو ہم پڑھ لیتے ہیں چھوٹے چھوٹے مفادات پر قربان ہو جاتے ہیں۔ نمازیں تو ہم پڑھ لیتے ہیں کافروں 'بدکاروں 'شرابیوں کی خوشامد کرتے ہیں 'نمازیں تو ہم پڑھ لیتے ہیں بے دینوں 'بدکاروں کا ساتھ نبھاتے ہیں کہ شاید یہ مجھے برے وقت میں کام آئیں گے یہ میری ضرورتوں کو پورا کریں گے۔

ہم سب نفرت کرتے ہیں حکمرانوں سے ۔ انہی حکمران کون بناتا ہے میں اور آپ ہی ووٹ نہیں دیتے؟ نمازیں پڑھ کر دیتے ہیں 'تلاوت کر کے دیتے ہیں ووٹ انہیں چوروں کو بدمعاشوں کو ذاتی مفادات کے حصول کے لئے دیتے ہیں 'یہاں مزہ آتا ہے اتباع رسالت کا 'یہاں کی جائے اگر نصیب ہو جائے تو یہ محبت ہے۔

محبت یہ ہے کہ یہ ادراک ہو جائے یہ سمجھ آجائے کہ جو میری ضرورت ہے وہ کس کے پاس ہے وہ ہے محمد الرسول اللہ کے پاس اب میں وہاں تک کیسے پہنچوں اور وہاں سے کیسے حاصل کروں اس کے لئے جو قربانی دو گے جو کام کرو گے جو جنون ہو گا جو جگ رتے ہوں گے جو شب بیداریاں ہوں گی جو محنت ہو گی جو مجاہدہ ہو گا اسی کو تو محبت کہتے ہیں یہ محبت ہو گی اسی کے لئے فرمایا رب العالمین نے۔

ان العباد لیس لک علیھم سلطان اسی لئے فرمایا حضورؐ نے اگر تمہیں اللہ کی محبت کا ادراک ہو جائے فتبعونی وہ کرو جو میں نے کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہو گا یحببکم اللہ

اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا وہ تو بے نیاز ہے اسے تمہاری ضرورت نہیں ہے تم محتاج ہو 'تمہارے اندر خلاء ہے اس کی ذات خلاء سے بالاتر ہے تم نیازمند ہو 'مخلوق رہو 'محتاج ہو 'تمہاری محبت کو قبول کر کے وہ تمہیں اپنا بنا لیتا ہے۔

اور پھر وہ ابلیس سے کتنے مزے سے فرماتا ہے کس بے نیازی سے فرماتا ہے۔ شیطان نے کہا۔

میں تیری مخلوق کو گھیر لوں گا میں آگے سے آجاؤں گا پیچھے سے آجاؤں گا دائیں سے آؤں گا بائیں سے آؤں گا میں اسے اپنے رستے پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اللہ بے نیازی سے فرماتا ہے کیا بکتا ہے جو میرے ہوں گے ان پر تیری کوئی تدبیر نہیں چلے گی

یہ محبت ہے جہاں عشق ہو گا جہاں محبت ہو گی وہاں سب کی سب باتیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اور بات ہو گی تو صرف محبوب کی ہو گی حضرت حسنؓ نے صلح کر لی حضرت امیر معاویہؓ سے مسلمانوں کے درمیان ایک فتنہ بن رہا تھا یہود کے بنانے سے اور وہ فتنہ ختم ہو گیا حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کی صلح سے = حضرت حسنؓ فارغ ہو گئے اور قیس حضرت حسنؓ کا دوست تھا آپ نے فرمایا ک یار فارغ ہیں اور کوئی کام نہیں ہے تو میرا خیال

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہے کہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت کر آؤں ،قیس کو بھی ساتھ لے لیا قیس تو گرفتار تھا لیلی کی محبت میں -وہ اپنی سواری پر بیٹھے آپ اپنی سواری پر بیٹھے راستے میں کہنے لگے قیس بھائی ذرا دیکھو میں نے کتنا بڑا فیصلہ کیا، کتنا بڑا کام کیا میں نے اپنے نبیؐ کی امت کو تباہی سے بچالیا، سلطنت چھوڑ دی اور صلح کرلی تو قیس کہنے لگا۔حسن بھائی تمہیں حکومت بجی ہی نہیں تھی اور بجی امیر معاویہؓ کو بھی نہیں ہے تو وہ بڑے حیران ہوئے انھوں نے کہا کہ کیا کہتاہے تو بھی ،میں بھی حکومت نہیں کرسکتا تو تیرا بندہ تیری نظر میں کون ہے کہنے لگا بجتی تو لیلی کو ہے تب حضرت حسنؓ نے فرمایا انت مجنون تو پاگل ہے اسے اب لوگ مجنوں کے نام سے جانتے ہیں قیس صرف کتابوں میں رہ گیاہے ساری دنیا اسے مجنوں کے نام سے ہی جانتی ہے یہ مجنوں ویسے مجنوں نہیں تھا حضرت حسنؓ نے اسے کہاتھا انت مجنون تو پاگل ہے۔

اس کا باپ ساتھ تھا۔بیعت اللہ کے پردے سے لٹک کر اس نے دعا کی کہ اے اللہ میرے بیٹے کو شفادے دے اس کو عقل دے دے ،اس کو شعور دے دے، اس نے دعا کی کہ لیلی کی محبت کے علاوہ سب بیماریاں دور کردے لیکن میرے باپ کی یہ بات نہ ماننا کہ یہ کہہ دے کہ لیلی کی محبت بھی چلی جائے۔

جس طرح روح کی ایک ضرورت ہے اگر انسانی عقل سلامت ہو تو بدن کی بھی ویسی ہی ضرورتیں ہیں اور اس میں بھی خلاء باقی رہتاہے بڑی مشکل سے اتنی بکھری ہوئی مخلوق میں کہیں احساس ہوجائے کہ یہ میری ضرورت ہے، یہ اینٹ اس خالی خانے میں لگ سکتی ہے جو میرے دل میں ہے اس کے حصول کیلئے جو جذبہ پیدا ہوجائے گا جو بھوک پیدا ہوجائے گی اس کو محبت کہتے ہیں یہ انسانوں سے انسانوں کی محبت ہے اب ادراک و شعور پر ہے جتنا کسی کے پاس ادراک شعور ہوگا اس کی محبت اتنی شدید ہوگی کوئی مجنوں بنے یا رانجھا بنے۔اس کے اپنے ادراک کی بات ہے اور ادراک صاف کرناپڑتاہے۔الائشوں سے ،دنیانے ضرورتوں کانام محبت رکھ چھوڑاہے ضرورت اور شے ہے محبت اور شے ہے -محبت میں ضرورتیں قربان کردی جاتی ہیں جو اس کا نام ہے بھوک لگے کھانا کھانے کی محبت ہے، دولت جمع کرنے کی محبت ہے ،یہ محبت نہیں ہے دولت ہماری ضرورت ہے۔

کچھ لوگ ہماری ضرورت ہوتے ہیں ان کے بغیر زندگی کا کوئی تصور نہیں ہوتا وہ ہمیں اٹھاتے ،بٹھاتے ،ہماری شہرت کا سبب بنتے ہیں ،کوئی ہماری بندوق اٹھاتاہے ،کوئی ہمارے کام آتاہے ،گاڑی ہماری سواری کے لئے ضرورت ہے گھر سر چھپانے کے لئے یہ ساری محبتیں نہیں ہیں ضرورتیں ہیں ،جو لوگ ضرورتوں کو محبت کانام دیتے ہیں وہ محبت سے آشنا ہی نہیں زندگی میں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑتاہے اور بے شمار لوگ ہماری ضرورت بن جاتے ہیں بینائی کا صحیح رہنا ہماری ضرورت ہے ہمیں بینائی سے عشق نہیں ہے گویائی کا صحیح رہنا ہماری ضرورت ہے ہمیں اس سے عشق نہیں ''اور انسانوں کا کام کرتے رہنا ،صحت کا صحیح رہنا، ہماری ضرورت ہے ہمیں اس سے عشق نہیں ہے۔

ہاں کسی کے لئے ہم آنکھیں نکلوا سکتے ہیں ،کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے صحت گنواسکتے ہیں کہیں آبرو نچھاور کرسکتے ہوں تو وہاں محبت ہوگی یہ اپنے اپنے ادراک کی بات ہے کوئی اپنے ادراک کو اتنا ہی صاف کرسکا کہ وہ جسمانی محبتوں، مادی محبتوں تک پہنچ سکا اور کسی نے اس کو ایسا چمکایا کہ حقیقی مقصد حیات جو تھا محبت الہی اسے پاگیا لیکن محبت بہرحال محبت ہے جو گدلے میلے بدبودار مزاجوں کو نصیب نہیں ہوتی۔

مردار کھانے والوں کو وہ شعور نصیب نہیں ہوتا۔حرام کھانے والے ،جھوٹ بولنے والے اور بدکاروں کو وہ احساس نصیب نہیں ہوتا -وہ ایک تقدس سے ،ایک پاکیزگی سے ،ایک خوبصورتی سے ،ایک صفائی سے ،جو بدن سے لے کر روح کی گہرائی تک کرنا پڑتی ہے -ایک سلجھاؤ جو معاملات سے لے کر اختلافات تک ،ایک حسن جو ذات سے لے کر وجود سے لے کر روح تک اتر جاتاہے اس سے نصیب ہوتی ہے اور یہ سارا سودا ایک ہی دکان سے نصیب ہوتاہے وہ ہے محمد رسول اللہ کی بارگاہ۔ دنیا میں کوئی دوسری دکان نہیں -آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰؑ تک ہے نبی نے درد دل بانٹا، ہر نبی نے جمال باری لٹایا۔ہر نبی نے محبتیں نچھاور کیں لیکن

وہ جو بیچتے تھے دوا دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

یہ سب دکانیں بند ہو گئیں 'سارے دروازے بند ہو گئے' سارے زمانے بیت گئے 'اب کسی کو ذرہ ملے یا سمندر' کسی کو قطرہ ملے یا بحر' ایک ہی دروازہ ہے اور وہ ہے محمد الرسول اللہ

یاد رکھو' جنہیں محبت نصیب نہیں ہوتی وہ انسان نہیں ہوتے انہیں انسانیت نصیب نہیں ہوتی جانوروں کی طرح چارہ کھاتے ہیں پیٹ بھرتے ہیں' بچے پیدا کرتے ہیں اور مر جاتے ہیں

اللہ کریم اگر کسی کو قلب کی نظر عطا کر دے اور صاحب کشف لوگوں کے حالات اگر آپ پڑھیں تو بے شمار ملتے ہیں اچھے بھلے نیک پارسا لوگ حلال جانوروں کی شکل میں نظر آتے ہیں -ایک مراقبہ ہوتا ہے تصوف میں ہمارے ہاں ہوا کرتا تھا' میں نے تو مطلقن کرایا ہی نہیں اور شروع شروع میں حضرت جی" کرتے تھے پھر انہوں نے بھی بند کر دیا۔

کیونکہ لوگوں میں وہ شعور اور استعداد نہیں ہے کہ انہیں اتنی باتیں بتائی جائیں جس طرح کھانا کھانے کے لئے ایک خاص معدہ چاہئے 'ایک شخص کو چاول بھی ہضم نہیں ہوتے 'دوسرا گوشت ہضم کر جاتا ہے وہ بھی کچا پکا آگ پر سیک کر تو وہ کھا کر ہضم کر جاتا ہے دوسرے کو چاول ابال کے دو۔اس سے اس کا پیٹ خراب ہو جاتا ہے اسی طرح ہر بات بھی ثقیل نہیں ہوتی زود ہضم نہیں ہوتی اور جو باتیں زود ہضم نہیں ہوتیں اگر ان کے لئے لوگوں کے معدے اچھے بھلے نہیں ہیں وہ باتیں ہم نے لوگوں سے اس لئے نہیں چھپائیں کہ لوگوں کو معلوم ہو'نہیں ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کو یہ باتیں پتہ چلیں لوگوں کا حق ہے لیکن لوگ اپنے آپ کو ان کے جاننے کا اہل بھی تو ثابت کر کے دکھائیں۔

ایک مراقبہ ہوتا تھا رویت اشکال کا'اس میں انسان مختلف شکلوں میں نظر آجایا کرتے تھے جہاں ایمان ختم ہو جائے تو کسی موذی جانور کی صورت میں پھر جس جانور سے اس کی عادتیں ملتی ہوں اس کی شکل میں کوئی سانپ نظر آتا ہے کوئی کتا'کوئی بندر '' شرابی خنزیر کی شکل میں نظر آتے ہیں لیکن نیک اور پارسا اور اچھے لوگ جنہیں محبت کا شعور نہیں وہ حلال جانوروں کی شکل میں نظر آتے ہیں اور صاحب کشف لوگ فرماتے ہیں جس کی روح حلال جانور کی ہو سمجھ لو وہ نجات میں ہے نجات پانا اور بات ہے اور عشق کرنا اور بات ہے۔

تو جب تک یہ شعور وادراک اور اس کی طلب اور جستجو پیدا نہ ہو روح انسانی شکل اختیار نہیں کرتی -محبت ذات ہے 'وجود ہے ہماری زندگی ہے 'حیات ہے سانس کے بغیر زندگی کا تصور ہے محبت کے بغیر نہیں -کتنے لوگوں کی سانسیں رک جاتی ہیں لیکن وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں شہید قتل ہو جاتا ہے سر کٹ گیا بدن کے پرخچے اڑ گئے اللہ فرماتا ہے مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں سانس کے بغیر زندگی ہے محبت کے بغیر نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ 63 سے آگے

بقیہ صفحہ 63 سے آگے

سمجھتا ہوں اگر ہم ذکر کو زندگی کا حصہ بنالیں تو کوئی وجہ نہیں کہ دین و دنیا میں ترقی نہ کر سکیں منزل مراد تک نہ پہنچ سکیں۔ صوفی اپنے مخصوص سادہ انداز میں کہہ رہا تھا میں دم بخود بیٹھی سلطان العارفین کی ہو کی دھمک اپنے چاروں طرف سن رہی تھی۔ میں جب مرد کامل کے پاس پہنچی تو اندر سے گھائل تھی' جو مرد کامل کی اک نگاہ کا جوہر ہے۔ درد دل تو مالک کی دین ہے جس کو جتنا عطا کرے ہم تو اس کی توفیق سے بانٹنے کے لئے بیٹھے ہیں جس کی جتنی استعداد ہے آئے اور لے جائے۔ محبت میں کوئی کسی کا شریک نہیں۔ رب' جو اس بسیط کائنات کا واحد سچ اور ہمیشہ زندہ رہنے والی حقیقت ہے کہ اس کا قرب آسان نہیں۔ وہ کئی حجابوں میں مستور ہے اک خاص حد سے آگے فرشتے کو بھی جانے کی اجازت نہیں جبریل امین کو بھی اک مقام سے آگ جانے پر اپنے پروں کے جلنے کا اندیشہ تھا۔ مگر محترم شیخ کہتے ہیں اس کا قرب بہت آسان ہے۔ اللہ ہو کے ذکر کو اس سے رابطے کی کڑی بنالو' تعلق نہ صرف بندھ جائے گا بلکہ اتنا مستحکم ہو جائے گا کہ ملائکہ رشک کریں گے میں کہتی ہوں وہ شفاء کی پڑیا جس کا تذکروں میں ذکر ہے وہ تو ازل سے ہمارے اندر موجود ہے بس اک مرد کامل سے رابطے کی ضرورت ہے' مگر رابطے کے لئے آگے بڑھنا ضروری ہے جو شاید ہم نہیں چاہتے۔ کیوں نہیں چاہتے ہمیں یہ خود سے پوچھنا ہے۔ بشکریہ روزنامہ ''دن''

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضرت امیر حمزہ رضؓ

6 ہجری بعد بعثت میں ایک روز رحمت عالم ﷺ دار ارقم سے نکل کر صفا کے پاس سے گزر رہے تھے کہ ابو جہل کا گذر اس طرف ہوا اس کے ساتھ عدی بن حمرا اور ابن الاصدا بھی تھے ابو جہل نے حضور ﷺ کو دیکھا تو آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگا اور ساتھ ہی دین حق کے بارے میں بھی نہایت رکیک الفاظ استعمال کئے ۔رحمت عالم ﷺ نے نہایت صبرو تحمل سے کام لیا اور ابو جہل کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ تھک ہار کر بکتا جھکتا چلا گیا۔اور حضور ﷺ بھی تشریف لے گئے اتفاق سے بنو تیم کے رئیس عبداللہ بن جدعان کی لونڈی کوہ صفا پر اپنے گھر میں بیٹھی یہ سارا واقعہ دیکھ رہی تھی حضرت حمزہ شکار سے واپس آتے ہوئے اس کے گھر کی طرف سے گذرے تو اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

ابو عمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم یہاں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ ابو جہل نے تمہارے بھتیجے کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کیا سخت گالیاں دیں اور بری طرح ستایا۔

یہ سنناتھا کہ حضرت حمزہؓ کی رگ حمیت پھڑک اٹھی غصہ سے بے قابو ہو کر سیدھا خانہ کعبہ کا رخ کیا جہاں ابو جہل مشرکین قریش کی مجلس میں بیٹھا لاف زنی کر رہا تھا حضرت حمزہؓ نے وہاں پہنچ کر اپنی کمان اس زور سے اس کے سر پر ماری کہ خون نکل آیا پھر کڑک کر کہا کہ تو محمد ﷺ کو گالیاں دیتا ہے میں بھی انہی کے دین پر ہوں' جو کچھ وہ کہتے ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں ' اگر تجھ میں ہمت ہے تو ذرا مجھے بھی گالیاں دے کر دیکھ۔

ابو جہل کو لہولہان دیکھ کر اس کے قبیلہ بنو مخزوم کے کچھ لوگ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت حمزہؓ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن ابو جہل نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ میں نے اس کے بھتیجے کو گالیاں دیں تھیں جن کی وجہ سے اس کو غصہ آگیا ہے -پھر ابن مخزومی نے کہا۔

حمزہ شاید تم بھی صابی (بے دین) ہو گئے ہو۔

حضرت حمزہؓ نے بے باکانہ جواب دیا میرا دین بھی وہی ہے جو محمد ﷺ کا ہے جب حق آچکا ہے تو مجھے اسلام قبول کرنے سے کون روک سکتا ہے -میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سراسر حق ہے خدا کی قسم میں اب اس بات سے ہرگز نہیں پھر سکتا اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو۔

حضرت حمزہ کا یہ جواب سن کر مخزومیوں نے ان سے لڑنا چاہا تو ابو جہل کو خدشہ پیدا ہوا کہ اس طرح بنو مخزوم اور بنو ہاشم کے درمیان ایک ایسی جنگ بھڑک اٹھے گی جو کسی کے بجھائے نہیں بجھے گی چنانچہ اس نے مخزومیوں سے کہہ دیا کہ وہ حضرت حمزہؓ سے کچھ تعرض نہ کریں۔

وہاں سے سیدھے سرورِ دوعالم ﷺ کے پاس گئے اور کہنے لگے برادر زادے تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ میں نے ابو جہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا چچا جان! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوتا میری خوشی تو اس میں ہے کہ آپ غیر اللہ سے منقطع ہو کر دین حق کی پیروی کریں۔

حضور ﷺ کی اس دعوت حق کے بعد وہ سخت ذہنی الجھن میں مبتلا ہو گئے۔ ساری رات شش و پنج میں گذر گئی۔ صبح ہوئی تو رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ذہنی الجھن کا حال بیان کیا حضور ﷺ نے ان کو نہایت بلیغ پیرائے میں اسلام کی حقانیت سمجھائی اللہ کا خوف دلایا اور قبول حق کے صلے میں جنت کی بشارت دی -حضور ﷺ کے ارشادات سن کر حضرت حمزہؓ کا دل یقین اور ایمان کے نور سے معمور ہو گیا اور پکار اٹھے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں آپؐ اپنے دین کا خوب پرچار کریں مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر آسمان سایہ فگن ہو اور میں اپنے دین پر قائم رہوں اور پھر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

سیدنا حضرت حمزہ سرور عالم ﷺ کے چچا تھے اس کے علاوہ ان کو حضورؐ سے اور بھی نسبتیں تھیں ایک یہ کہ حضور ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ بنت وہب زہری ،حضرت حمزہ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب زہری کی چچازاد بہن تھیں اس نسبت سے حضرت حمزہ حضور ﷺ کے خالہ زاد بھائی بھی تھے دوسری یہ کہ ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے حضرت حمزہ اور سرور عالم ﷺ دونوں کو دودھ پلایا تھا اس لحاظ سے حضرت حمزہ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔

حضرت حمزہ کی کنیت ابوعمارہ تھی اور ابو یعلٰی بھی ۔سیدالشہداء اسداللہ اور اسدالرسول آپ کے القاب ہیں۔

حضرت حمزہ کو بچپن سے ہی شمشیرزنی تیراندازی اور پہلوانی سے گہرا لگاؤ تھا سیروشکار کا بھی بے حد شوق تھا۔جوان ہوئے تو قریش کے نامور بہادروں کی صف میں جگہ پائی لیکن وہ قبائل کے باہمی جھگڑوں میں شاذ ونادر ہی حصہ لیتے تھے اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ سیروشکار میں گذارتے تھے لیکن قبول اسلام کے بعد زیادہ تر وقت حضور کی خدمت میں گذارتے تھے۔

ایک دن آپؓ دوسرے صحابہ کے ساتھ بارگاہ نبویؐ میں حاضر تھے کہ حضرت عمر ابن خطابؓ نے دارارقم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ایک صاحب نے دروازے کی درز سے جھانکا تو حضرت عمر کو شمشیر بکف کھڑے پایا۔ اس وقت حضرت حمزہ نے بڑے جوش سے کہا اسے آنے دو۔ اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو خیر ورنہ اسی کی تلوار ہوگی اور اس کا سر۔

حضرت عمراندر آئے تو حضورؐ نے ان کی چادر کو مٹھی میں دبا کر زور سے کھینچا اور فرمایا عمر کہو کس ارادہ سے آئے ہو؟نبوت کی پر جلال آواز نے حضرت عمر کے جسم پر کپکپی طاری کردی اور انہوں نے بڑے عجز کے ساتھ کہا۔یارسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

جب سنا تو حضورؐ نے زور سے اللہ اکبر فرمایا ساتھ ہی صحابہ کرام نے بھی اس زور سے نعرہ لگایا کہ دشت و جبل گونج اٹھے ۔اب حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی صورت میں اسلام کو دو بازو مل گئے 7 ہجری بعد بعثت میں مشرکین مکہ نے بنو ہاشم اور بنی المطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کیا۔ تو حضرت حمزہ بھی تین سال تک محصوری کے زہرہ گداز مصائب و آلام جھیلتے رہے۔

12ہجری بعد بعثت میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی تو حضرت حمزہ بھی اکثر دوسرے صحابہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

مدینہ پہنچ کر حضرت حمزہؓ نے حضرت سعد بن خیثمہ کے مکان پر قیام فرمایا۔ اسلام میں سب سے پہلا علم حضرت حمزہؓ کو عطا ہو رمضان 1 ہجری میں سرور دو عالم ﷺ نے تیس سوار حضرت حمزہؓ کی امارت میں ساحلی علاقہ کی طرف اس غرض سے روانہ کئے کہ وہ قریش کے گروہ کی مزاحمت کریں جو اس زمانے میں شام سے مکہ آرہا تھا۔اس قافلے میں تین سو آدمی تھے جن میں ابوجہل بھی تھا فریقین آمنے سامنے ہوئے تو مجدی بن عمروالجنی نے بیچ بچاؤ کر کے جنگ تک نوبت نہ آنے دی اور حضرت حمزہؓ کسی کشت وخون کے بغیر مدینہ منورہ واپس آگئے۔

اس مہم کا نام سریہ سیف البحر ہے دوہجری میں سرور دو عالم ﷺ ستر صحابہ کے ہمراہ غزوہ ودان یا غزوہ ابواء کے لئے تشریف لے گئے اس غزوہ میں بھی حضور نے حضرت حمزہ کو پرچم کا علمبردار بنایا۔ اسلامی فوج کے ابواء پہنچنے سے پہلے ہی قریش کا قافلہ وہاں سے آگے بڑھ گیا اس لئے جنگ وجدل کا موقعہ پیش نہ آیا۔ تاہم بنو ضمرہ سے ایک دوستانہ معاہدہ طے پاگیا جس سے وہ اس بات کے پابند ہو گئے کہ نہ قریش کی مدد کریں گے اور نہ مسلمانوں کی بلکہ غیر جانبدار رہیں گے۔

اسی سال جمادی الاخر میں غزوہ ذوالعشیرہ پیش آیا جس میں رحمت عالم ﷺ نے ایک سو پچاس صحابہ کرام کی معیت میں قریش مکہ کی گوشمالی کے لئے مقام ذوالعشیرہ تشریف لے گئے اس غزوہ میں بھی

www.naqshbandiaowaisiah.com

حضور نے مجاہدین کی علمبرداری کا شرف حضرت حمزہ کو بخشا لیکن اس میں کشت وخون کی نوبت نہ آئی کیونکہ قریش کا قافلہ چند دن پہلے ہی ذوالعشیرہ سے کوچ کر چکا تھا بنومدلج سے باہمی امداد کا ایک عہد نامہ طے پا گیا۔

رمضان 2 ہجری میں حق وباطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر پیش آیا تو حضرت حمزہ بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ عام لڑائی شروع ہونے سے پہلے مشرکین کی صفوں سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تلواریں ہلاتے ہوئے نکلے اور مسلمانوں کو دعوت مبارزت دی مقابلہ کے لئے معاذ، معوذ اور عوف ان کے مقابل ہوئے قریشی جنگ جوؤں کو جب معلوم ہوا کہ ان کے مقابل ہونے والے تینوں جانباز مدینہ کے باشندے ہیں تو عتبہ نے پکار کر کہا کہ محمدؐ یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں ہماری قوم اور کفو کے لوگوں کو ہمارے مقابلے پر بھیجیں۔

اس پر حضور ﷺ نے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ بن حارث کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کا مقابلہ کریں، یہ تینوں بہادر حضورؐ کا حکم سنتے ہی نیزے ہلاتے ہوئے اپنے حریفوں کے مقابل جا کھڑے ہوئے حضرت حمزہ کا مقابلہ شیبہ سے، حضرت علیؓ کا ولید سے اور حضرت عبیدہ کا مقابلہ عتبہ سے ہوا۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے تو پہلے ہی وار میں اپنے حریف کو جہنم رسید کر دیا لیکن عتبہ اور عبیدہ دونوں دیر تک لڑتے رہے یہاں تک کہ دونوں زخمی ہو گئے حضرت عبیدہ کا زخم شدید تھا حضرت حمزہ اور حضرت علی نے یہ صورتحال دیکھی تو دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے عتبہ کو بھی ڈھیر کر دیا۔

عتبہ شیبہ اور ولید کو ہلاک ہوتے دیکھ کر قریش کے ایک نامور جنگجو طعیمہ بن عدی کو سخت جوش آیا اور وہ ہنکارتا ہوا میدان جنگ میں اترا حضرت حمزہ فوراً" اس کی طرف بڑھے اور ایک ہی وار اس کو بھی جہنم واصل کر دیا۔

اب مشرکین نے مشتعل ہو کر عام ہلہ بول دیا۔ مسلمانوں کی تعداد کفار کی تعداد سے ایک تہائی سے بھی کم تھی لیکن انہوں نے پامردی اور شجاعت کے ساتھ کفار کا مقابلہ کیا کہ کفار کا منہ پھر گیا۔ حضرت حمزہؓ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دستار پر شترمرغ کی کلغی تھی اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے تھے جدھر جھک جاتے تھے کفار کی صفیں الٹ جاتی تھیں۔ اس دن ان کے ہاتھ سے بہت سے مشرک ہلاک اور زخمی ہوئے ان میں سے بنومخزوم کا ایک جنگجو اسود بن عبدالاسد نہایت کریہہ المنظر تھا وہ میدان جنگ میں اترا تو باواز بلند قسم کھا کر کہا کہ آج میں مسلمانوں کے حوض کا پانی ضرور پیوں گا اور اسے خراب کر ڈالوں گا۔ حضرت حمزہؓ اس کی ڈھینگ سن کر غصہ سے بے تاب ہو گئے اور شیر کی طرح اس پر جھپٹے ان کے پہلے ہی وار سے اس کی ٹانگ کٹ گئی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ لیکن ہمت کر کے پھر اٹھا اور گھسٹتا ہوا مسلمانوں کے حوض تک پہنچا حضرت حمزہؓ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اسود نے حوض میں چھلانگ لگا دی لیکن حضرت حمزہؓ نے اسکو حوض میں ہی قتل کر دیا۔

مسلمانوں نے چند ساعت کی لڑائی کے بعد کفار کو شکست فاش دی ستر مشرکین میدان جنگ میں کام آئے۔ تقریباً" اتنے ہی مشرکین کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا حضرت حمزہؓ نے اسود بن عامر کو قیدی بنایا اور اسے بعد میں طلحہ بن ابی طلحہ نے دو ہزار دینار بطور فدیہ دے کر چھڑایا

شوال 2 ہجری میں غزوہ بنو قینقاع پیش آیا۔ یہودیان بنی قینقاع بڑے متمول طاقتور اور جنگجو لوگ تھے ہجرت کے بعد اہل حق اور بنو قینقاع کے درمیان دوستانہ معاہدہ طے پا گیا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے اور اگر باہر سے کسی نے حملہ کیا تو وہ مسلمانوں کے خلاف دشمن کا مقابلہ کریں گے لیکن یہ لوگ جلد ہی اپنے معاہدے سے پھر گئے۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی ان کو ایک آنکھ نہ بھائی اور وہ مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی باتیں کرتے اور کہتے مسلمانوں کا مقابلہ اگر ہم سے ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جوان مرد کیسے لڑتے ہیں۔

شوال 2 ہجری کا واقعہ ہے ایک مسلمان خاتون بنو قینقاع کے محلے میں کسی کام سے گئی۔ ایک یہودی نے اس کو چھیڑ کر بے حرمت کیا یہ دیکھ کر ایک مسلمان غصہ سے بے قابو ہو گیا اور اس نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا یہودیوں نے اس غیرت مند مسلمان کو شہید کر دیا۔ اور اعلانیہ سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کو بہت سمجھایا کہ لیکن ان کو اپنے

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہتھیاروں اور قلعوں پر بہت ناز تھا کہ کسی طرح اپنے مفسدانہ ارادوں سے باز نہ آئے ۔ بالآخر نبی اکرم ﷺ نے ان کے خلاف لڑائی کا اعلان کردیا اور ان کے محلے کا محاصرہ کرلیا بنی قینقاع نے پندرہ دن تک قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا۔ اس کے بعد ان کی ہمت جواب دے گئی اور انہوں نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی کہ جو رسول کریم ﷺ فیصلہ کریں گے وہ اس کی پابندی کریں گے حضور نے خزرج کے بعض اکابرین سے مشورہ کرکے حکم دیا کہ بنو قینقاع مدینہ کی سکونت ترک کرکے باہر چلے جائیں چنانچہ یہ لوگ مدینہ سے نکل کر ملک شام کے ایک ضلع ازرعات میں چلے گئے۔ اس غزوہ میں بھی سرور عالم ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو اسلامی فوج کا علم مرحمت فرمایا۔ چنانچہ وہ شروع سے آخر تک نہایت شجاعت سے علمبرداری کے فرائض ہی انجام دیتے رہے۔

3 ہجری میں غزوہ احد برپا ہوا۔ اس وقت رحمت عالم ﷺ کے ساتھ کل سات سو جانباز تھے ادھر مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی۔ مسلمانوں نے احد کا پہاڑ پیٹھ کے پیچھے رکھ کر اپنی صفیں درست کیں حضور نے پچاس تیراندازوں کا دستہ اس درہ پر بٹھایا جدھر سے اندیشہ تھا کہ دشمن اس سے گذر کر عقب سے حملہ نہ کردے اس موقع پر حضرت حمزہ فوج کے ایک دستے کے افسر مقرر ہوئے۔ طبل جنگ بجا تو قریش کی عورتیں دف پر رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنے مردوں کو لڑائی پر آمادہ کرنے لگیں۔

سب سے پہلے قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ صف سے نکلا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر للکارا۔ تم میں سے کوئی ہے جو میرے سامنے آئے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ اس کے مقابلے کے لئے بڑھے اور ایک ہی وار میں واصل جہنم کردیا۔ اس کے بعد عثمان بن ابی طلحہ رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھا۔ حضرت حمزہؓ اس پر جھپٹے اور شانہ پر اس زور سے تلوار ماری کہ کمر تک اتر آئی۔

قریش کا علم اٹھا کر نکلنے والے جب کچھ اور آدمی بھی مسلمانوں کے ہاتھوں یکے بعد دیگرے مارے گئے تو مشرکین نے عام ہلہ بول دیا حضرت حمزہؓ اس شان سے لڑ رہے تھے کہ دودستی تلوار چلاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ میں اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہوں اسی حالت میں مکہ کا ایک سربرآوردہ مشرک سباع بن عبدالعزی ان کے سامنے آگیا ۔حضرت حمزہؓ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ (عورتوں کا ختنہ کرنے والی ام انمار کے بچے کیا تو خدا اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے یہ کہہ کر اس پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر وہیں گر پڑا۔ ادھر حضرت حمزہ لاشوں پر لاشیں گراتے جا رہے تھے ادھر جبیر بن مطعم کا حبشی غلام وحشی ایک چٹان کے پیچھے گھات لگائے بیٹھا تھا کہ کب حضرت حمزہ اس کی زد میں آئیں اور وہ اپنا ہتھیار ان پر پھینکے۔ وحشی کو جبیر بن مطعم نے اپنے چچا طعیمہ بن عدی کا انتقام لینے کے لئے حضرت حمزہ کے قتل پر مامور کیا تھا اور اس کام کے عوض اس کو آزاد کرنے کا وعدہ کیا تھا اتفاق سے وحشی کو جلد ہی وار کرنے کا موقع مل گیا حضرت حمزہ آگے بڑھ رہے تھے کہ یکایک ان کا پاؤں پھسل گیا اور وہ پیٹھ کے بل زمین پر گر گئے۔ اس وقت وحشی نے تاک کر اپنا چھوٹا سا بھالا ان پر پھینکا جو ناف میں لگا اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے اس قدر شدید زخمی ہونے کے باوجود اس پر حملہ کرنا چاہا مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور ان کی روح مطہر عالم بالا کو پرواز کر گئی ۔ حضرت کی شہادت پر مشرکین کو کمال درجے کی مسرت ہوئی اور ان کی عورتوں نے خوشی کے ترانے گائے۔ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے اپنے دل کی بھڑاس یوں نکالی کہ حضرت حمزہ کی نعش مبارک سے ہونٹ ناک اور کان کاٹ لئے اس کے بعد شکم چاک کرکے جگر نکالا اور اسے چبا چبا کر نگلنے کی کوشش کی مگر نگل نہ سکی اور تھوک دیا۔ پھر ایک بلندی پر چڑھ کر بلند آواز سے چند فخریہ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ آج ہم نے بدر کی لڑائی کا بدلہ لے لیا ہے اور وحشی نے میرا سینہ ٹھنڈا کردیا ہے جب تک میں زندہ رہوں گی اس کا شکریہ ادا کرتی رہوں گی۔

حضور کو ہندہ کی مذموم حرکت کا علم ہوا تو آپ ؐ نے پوچھا کیا اس نے حمزہؓ کے جگر میں سے کچھ کھایا بھی ہے لوگوں نے عرض کی کہ نہیں ، آپ نے فرمایا۔

الٰہی حمزہ کے جسم کے کسی بھی حصے کو جہنم میں داخل نہ ہونے دیجیو۔

معرکہ احد ختم ہو گیا تو میدان جنگ ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

دلدوز منظر پیش کر رہا تھا رحمت عالم ﷺ کے ستر جانبازوں کی لاشیں دور دور تک بکھری پڑی تھیں مشرکین نے اپنے خبث باطن اور جوش انتقام کا مظاہرہ یوں کیا تھا کہ تقریباً سبھی شہیدان حق کی لاشوں کو مثلہ کر ڈالا تھا ان کے کان ناک ہونٹ کاٹ دیئے تھے یا ہار بنا کر گلے میں ڈال لئے تھے ۔ سرور عالم ﷺ خود بھی لڑائی میں سخت زخمی ہوگئے تھے لیکن آپ کو اپنے زخموں کا کوئی خیال نہ تھا۔

سید المرسلین ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی لاش کو دیکھا تو آپ کا دل بھر آیا اور لسان رسالت پر یہ الفاظ جاری ہوگئے۔

تم پر خدا کی رحمت ہو کیونکہ جہاں تک مجھے علم ہے تم قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔

اسی اثنا میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب لڑائی کا حال معلوم کرنے مدینے سے نکلیں حضورؐ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو بلایا اور فرمایا کہ صفیہؓ حضرت حمزہؓ کی لاش نہ دیکھ پائے۔ حضرت زبیر نے ان کو لاش پر آنے سے منع کیا تو بولیں میں نے اپنے بھائی کا ماجرا سن لیا ہے لیکن اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ۔حضور ﷺ نے اجازت دے دی تو لاش پر گئیں بھائی کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہہ نکلا لیکن اناللہ وانا الیہ راجعون کے سوا کچھ اور نہ زبان سے نکلا۔ واپس جاتے ہوئے حضرت زبیرؓ کو دو چادریں دے دی گئیں کہ ان میں ماموں کو دفنا دینا۔ لیکن قریب ہی ایک انصاری کی لاش پڑی تھی حضرت زبیرؓ نے دونوں شہیدوں میں ایک ایک چادر تقسیم کر دی اس ایک چادر سے حضرت حمزہؓ کا سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر برہنہ ہو جاتا، آخر حضورؐ نے فرمایا کہ سر اور چہرہ کو چادر سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ اس طرح عم رسولؐ کا جنازہ تیار ہوا تو صحابہ کرام رونے لگے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان آج ہم کو یہ توفیق بھی نہیں کہ آپؐ کے چچا کا سارا بدن کپڑے سے ڈھانپ سکیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ مسلمان ایسے مقامات پر متصرف ہوں گے جہاں کھانے پینے اوڑھنے کی چیزوں اور سواریوں کی بہتات ہوگی اور وہاں سے وہ اپنے اہل وعیال کو مدینے سے اپنے پاس آنے کو لکھیں گے۔

اس کے بعد رحمت عالم نے سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ پڑھی پھر ایک ایک کر کے شہداء احد کے جنازے حضرت حمزہؓ کے پہلو میں رکھے گئے اور حضور نے ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھائی ۔ اس طرح اس دن حضرت حمزہؓ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی گئی اس فضیلت پر کوئی اور حضرت حمزہؓ کا شریک نہیں ہے ۔نماز جنازہ کے بعد حضرت حمزہؓ کو ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش کے ساتھ ایک ہی قبر میں احد کے گنج شہیداں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ 40 ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے حکم سے احد کی طرف سے نہر نکالی گئی تو کھدائی کے دوران میں شہداء کی لاشیں بالکل ترو تازہ حالت میں ملیں۔ اس سلسلہ اتفاق سے حضرت حمزہ کے پاؤں میں بیلچہ لگ گیا تو ان کے پاؤں سے خون کی چھینٹیں اس طرح اڑیں جیسے زندہ آدمی کو زخم لگنے سے خون نکلتا ہے۔

سرور عالم ﷺ کو اپنے محبوب چچا کی جدائی سے شدید صدمہ پہنچا تھا جب آپ میدان احد سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے گھروں سے عورتوں کے رونے کی آواز سنائی دی جو اپنے اپنے شہیدوں پر نوحہ کناں تھیں حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہا کہ افسوس آج حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں ۔جب حضرت سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ نے یہ بات سنی تو انہوں نے اپنی عورتوں کو ہدایت کی کہ ہر انصاری عورت اپنے متوفی پر رونے سے پہلے رسول اللہ کے ہاں جا کر حضرت حمزہؓ پر روئے ۔چنانچہ سب انصاری خواتین نے آستانہ نبوی پر پہنچ کر بڑے درد کے ساتھ حضرت حمزہؓ پر رونا شروع کر دیا اسی حالت میں حضور ﷺ کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے تو دیکھا کہ انصاری خواتین بدستور گریہ زاری میں مصروف ہیں ۔آپؐ نے حکم دیا کہ اب واپس جاؤ اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر نہ رونا۔

حضرت حمزہؓ نے اپنی زندگی میں دو

www.naqshbandiaowaisiah.com

شادیاں کیں بیویوں کے نام یہ ہیں 'بنت لمتہ بن مالک' ان سے یعلی اور عامر دو لڑکے پیدا ہوئے 'خولہ بنت قیس ان سے عمارہ پیدا ہوئے 'سلمی بنت عمیس' ان سے ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئیں' عمارہ اور عامر دونوں لاولد فوت ہو گئے۔ یعلی سے چند اولادیں ہوئیں لیکن وہ سب بچپن میں ہی فوت ہو گئیں امامہ حضور کے ربیب حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی سے بیاہی گئیں لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اسطرح حضرت حمزہؓ کا سلسلہ نسل نہ بیٹوں اور نہ بیٹی سے چلا۔

ذی قعد 7 ہجری میں رحمت عالم ﷺ کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے صلح نامہ حدیبیہ کی شرط کے مطابق تین دن کے قیام کے بعد آپ مکہ سے چلنے لگے تو حضرت حمزہؓ کی کمسن یتیم بچی امامہ یاعم یاعم کہتی ہوئی حضورؐ کی طرف دوڑیں حضرت علیؓ نے ان کو گود میں اٹھایا اور اپنے ساتھ لے جاکر حضرت فاطمہ الزہرہؓ کے سپرد کر دیا کہ یہ تمہاری بنت عم ہے میں اس کو اٹھا لایا ہوں۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارث نے حضرت امامہؓ کو اپنی آغوش تربیت میں لینے کے لئے حضور کی خدمت میں الگ الگ دعوے پیش کئے۔ حضرت علیؓ کہتے تھے کہ امامہ میرے چچا کی لڑکی ہے اس لئے میں حق دار ہوں حضرت جعفرؓ یہ کہہ کر اپنا استحقاق ظاہر کرتے تھے کہ وہ میری بنت عم ہے اور میری زوجہ (اسمابنت عمیس) کی بھانجی ہے حضرت زید بن حارث کہتے تھے کہ وہ میرے دینی بھائی کی لڑکی ہے یہ ناز اور محبت کی لڑائی ایک کمسن بچی کو پالنے کے حق پر ہو رہی تھی۔

سرور عالم ﷺ نے اس کا فیصلہ حضرت جعفرؓ کے حق میں صادر فرمایا کیونکہ ان کی زوجہ بنت عمیس حضرت امامہؓ کی حقیقی خالہ تھیں اور خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت حمزہؓ کی زندگی اخلاق 'غیرت مندی اور جانبازی' بے خوفی صلہ رحمی 'حب رسول اور شوق جہاد سے عبارت تھی۔

مولانا روم مثنوی میں لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ جوانی میں ہمیشہ زرہ پہن کر لڑا کرتے تھے لیکن بعد شباب سعادت اندوز اسلام ہوئے تو زرہ پہننا بالکل ترک کر دیا اور لڑائیوں میں اس طرح شریک ہونے لگے کہ سینہ سامنے سے کھلا ہوتا اور دونوں ہاتھوں سے تلوار چلا رہے ہوتے لوگوں نے پوچھا کہ اے عم رسول کیا آپ نے اللہ کا حکم نہیں سنا کہ جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پڑو' پھر آپ احتیاط سے کیوں کام نہیں لیتے جب آپ جوان اور مضبوط تھے اس زمانے میں آپ کبھی زرہ کے بغیر لڑائی میں شامل نہیں ہوتے تھے۔

حضرت حمزہؓ نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ جب میں جوان تھا تو سمجھتا تھا کہ موت انسان کو اس دنیا کے عیش اور آرام سے محروم کر دیتی ہے اس لئے کیوں خوامخواہ موت کی جانب رغبت کروں لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کے فیضان سے میرے خیالات بدل گئے - اب مجھ کو اس دنیائے فانی سے مطلق لگاؤ نہیں رہا اور موت مجھ کو جنت کی کنجی معلوم ہوتی ہے زرہ تو وہ پہنے جس کے لئے موت کوئی دہشت ناک چیز ہو جس کو تم موت کہتے ہو' وہ میرے لئے ابدی زندگی ہے۔

طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حمزہؓ نے حضورؐ سے درخواست کی کہ آپ مجھے جبرئیل امین کو ان کی اصلی صورت میں دکھا دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا چچا آپ میں اتنی طاقت نہیں کہ جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھ سکیں لیکن حضرت حمزہؓ نے انہیں دیکھنے پر اصرار کیا ایک دن جبرئیلؑ نازل ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا اپنی نگاہ اوپر اٹھایئے اور دیکھئے حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں نازل ہوئے ہیں۔ حضرت حمزہؓ نے نگاہ اٹھائی تو حضرت جبرئیلؑ کے پاؤں دیکھ کر ہی غش آگیا۔

امام حاکمؒ نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں گذشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جعفرؓ ملائکہ کے ساتھ اڑ رہے ہیں اور حمزہؓ ایک تخت کے اوپر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔

تبدیلی ٹیلی فون نمبرز

دار العرفان فیصل آباد کے فون نمبرز تبدیل ہو گئے ہیں۔ نئے نمبرز نوٹ فرمالیں۔

سابقہ نمبر	موجودہ نمبر
710284	542284
727410	548410

www.naqshbandiaowaisiah.com

دعویٰ اسلام تو ہے ــــــــ لیکن

تحریر۔ مولانا محمد اکرم اعوان

چیف ایگزیکٹو کا بیان میں نے پڑھا ہے کہ میں الحمدللہ مسلمان ہوں قادیانی نہیں ہوں تو اگر آپ مسلمان ہو تو اسلام کو اپناتے ہوئے ڈرتے کیوں ہو۔ آپ کہتے ہو میں نے امریکہ کو للکارا' کیسے للکارا' وہی کافرانہ نظام یہاں جاری رکھنے سے للکارا۔ ان ہی سے قرض لے کر کھانے سے للکارا۔ کس چیز سے للکارا ہے اگر للکارا ہے تو اس غیر اسلامی نظام کو اٹھا کر باہر پھینک دو ۔وطن عزیز کو اسلامی معاشی نظام دو۔ اسلام کا عدالتی نظام دو۔ اسلام کا سیاسی نظام دو۔ تب تو بات مانی جائے گی کہ آپ بھی مسلمان ہیں ہماری مسلمانی کی پہچان تو یہ ہے کہ ہم اس کافرانہ نظام کو اپنی گردن سے اتار پھینکنے کی سعی کرتے ہیں۔

ایک پریشر ہے جو بڑھتا جا رہا ہے انشاء اللہ اس کا ردعمل بھی ہو گا۔ اور اس کا جواب بھی آئے گا مولوی' سہی پیر سہی' سیاست دان نہ سہی' اللہ کا کوئی بندہ تو میدان میں اتر آئے گا ۔اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نفاذ اسلام جب بھی ہو گا جہاد سے ہو گا۔ الیکشنوں مجلسوں یا اتحادوں سے سیاسی صورتحال تو شاید بدلتی رہے۔ اقتدار کی تبدیلی تو شاید ہوتی رہے۔ اس کافرانہ نظام کی تبدیلی نہیں ہو گی۔

جنرل پرویز مشرف فرما رہے تھے کہ بیرونی دشمنوں سے اور اندرونی خطرات سے بچانا فوج کی ذمہ داری ہے تو آپ ہمیں کس سے بچا رہے ہیں ۔ہمیں تو کافرانہ نظام نگل رہا ہے پوری قوم محنت کر رہی ہے ہمارا کسان محنت کرتا ہے ہمارا مزدور محنت کرتا ہے مگر جو پھل آتا ہے اسے آئی ایم ایف والے لے جاتے ہیں تو فوج کہاں بچا رہی ہے ہمیں؟ کون سا جہاد ہو رہا ہے یہی کہ ان کافروں کے لئے مزید محنت کریں یہ جہاد ہے ان چوروں کا پیٹ بھرنے کے لئے اور کماؤ اور ان کو نوازو۔ یہ جہاد ہو رہا ہے ہم تو اس فلسفہ کی سرے سے تردید کرتے ہیں یہ سارا غلط ہو رہا ہے یاد رکھئے کہ اقتدار اللہ کی امانت ہے کسی کے باپ کی جاگیر نہیں۔ نہ پہلے والوں کی نہ اب والوں کی۔

ملک اللہ کے ہیں جسے چاہتا ہے دیتا ہے اگر آپ کو اس نے ملک عطا کر دیا تو خدا کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ پر رحم فرمائیں ۔میرا دامن بھی پکڑنے والے کافی لوگ ہوں گے لیکن آپ کا دامن تو چودہ کروڑ ہاتھوں میں ہو گا چودہ کروڑ پاکستان کے مرد وخواتین اور بچے آپ کے دامن پکڑ کر روز محشر سوال کریں گے ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے بڑے فخر کرے گی۔ فوج کارخانوں کا سروے کر کے ٹیکس لگا دے گی۔ فوج دکانوں کا سروے کر کے ٹیکس لگا دے گی۔ بڑی بات ہے اللہ فوج کو مبارک کرے ۔لیکن فوج ان کا سروے کر کے پیسے وصول کیوں نہیں کرتی جو لوٹ کر کھا گئے۔ جنہوں نے ملک کو اس حال تک پہنچایا۔ اب بھی جن کے کتے بھی سونے کے پٹے پہنے ہوئے ہوتے ہیں جن کے گھروں میں سونے کے فوارے لگے ہوئے ہیں جن کے غسل خانوں میں سونے کی ٹوٹیاں ہیں ان بے ایمانوں کی ٹوٹیاں اور فوارے تو اتار لیں۔ فوج کو بھی غریب ہی نظر آتا ہے فتح کرنے کے لئے پاکستان کی فوج ہی ہے جو ہر بار اپنے ہی ملک کو فتح کرنے کے لئے نکل کھڑی ہوتی ہے اور اندرونی انتشار سے بچانے فوج آتی ہے تو اندرونی انتشار پیدا کرنے والے کی سرکوبی کریں جن جن نے ملکی دولت لوٹی ہے ان کی جاگیریں ان کے مربعے ان کی جائیدادیں' ان کی کوٹھیاں نیلام کر کے ان کے بینک بیلنس ضبط کرے' انکی بیویوں کے زیور اتارے۔ ان کے گھروں سے سونا اتروائے قومی خزانہ میں جمع کرے اور قومی خزانے کو بیت المال قرار دیا جائے۔ قومی معاشی نظام کو سود سے پاک کیا جائے ۔پھر تو ہم سمجھیں گے کہ اک فوج جہاد کر رہی ہے یہ فوج فرشتوں کی آگئی ہے ہم ہی میں سے ایک بھائی پولیس میں ہے ایک

www.naqshbandiaowaisiah.com

بھائی فوج میں ہے ایک بھائی یہاں ڈاکے مارتا پھرتا ہے۔ بڑے بڑے جرنیلوں کے باپ بھی گھر پر جمع کرتے ہیں بڑے بڑے جرنیلوں کی مائیں بھی گھڑے اٹھا کر کنویں پانی کی تلاش کرتی پھرتی ہیں۔ یہیں سے گئے ہیں ۔سارے لوگ ہم ہی سے ہیں ہمارے ساتھ ہی کے لوگ ہیں وہ ہماری تکلیفوں سے کس طرح باخبر نہیں ہیں اور دعوی اسلام کے ساتھ اسلام سے وفا بھی شرط ہے چمٹ جاؤ اس بات سے جو رسول ﷺ فرمائیں اور جہاں سے روک دیں وہاں سے رک جائیں آئی ایم ایف ہو یا ورلڈ بنک سوئس بنک ہو یا امریکن بنک آپ انہیں کیوں نہیں کہتے جتنی آپ نے قرضوں کے لئے دی ہے اس سے زیادہ دولت تمہارے تمہارے بنکوں میں پڑی ہے جنہوں نے قرضہ کھایا اتنی رقم ان کے اکاؤنٹ سے وصول کریں ۔اس طرح سے وصول کریں جو قرضے حکمرانوں نے لئے ہیں وہ کسی غریب آدمی تک پہنچیں اس طرح قرضہ پورا ہو کر رقم بچ بھی جائے گی فوج کو اگر جہاد کرنا ہے اس محاذ پر کرے ۔اللہ فوج کو توفیق دے اور ہمیں بھی ہدایت دے اسلامی نظام تو اللہ کی عطا ہے ۔اللہ کا انعام ہے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے نعمتیں شکر گزار بندوں کو ملتی ہیں ایسے ناشکروں کو جنہیں عظمت الٰہی کی پرواہ نہیں۔ جنہیں غریب عوام کا دکھ تک نہیں۔ جنہیں کسی کی آہ سنائی نہ دے۔ ان پر اللہ کی نعمتیں کب آتی ہیں زمین پر اللہ تعالی نے دوزخ کے فرشتے مسلط کر دئے ہیں آسمانوں پر بارش کی پابندی لگادی ہے کاش اللہ ہمیں توبہ کی توفیق دے اللہ سے مغفرت مانگو، بخشش مانگو، اور یار مرنا ہے موت سے کیوں ڈرتے ہو۔ ڈرنے سے موت چھوڑ دے گی۔ جس موت سے بھاگے بھاگے پھرتے ہو وہ تمہیں ضرور پکڑے گی۔ خواہ تم پختہ قلعوں میں چھپ جاؤ موت کے ڈر سے حق کا دامن چھوڑ دینا عقلمندی نہیں خدا کے لئے کم از کم آپ اور میں تو حق کی بات کریں اور حق کا مطالبہ کریں اور ایسی قوت پیدا کریں کہ ہمیں اسلام کا معاشی نظام دیا جائے ۔اس کے علاوہ آپ کے اقدامات کی تعریف ہم تو نہیں کرتے شاید ہم اللہ سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ ہمارا احساس بھی مر چکا ہے ہمیں یہ فکر ہی نہیں ہوتی کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے اللہ کریم ہمیں ہدایت دے اور ہمارے حکمرانوں کو بھی اور پیروں کو بھی احساس و شعور دے ۔اللہ ہم پر رحم کرے اور یہاں سب کو عدل اور انصاف نصیب ہو۔

PSO
رحمان آئلز
پروپرائیٹرز
نور الرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی
ہول سیل ڈیلر
لائٹ ڈیزل، کیروسین، فرنس آئل، موبل آئل
الٰہی چوک فیکٹری ایریا، فیصل آباد فون نمبر 624353-618946

www.naqshbandiaowaisiah.com

کلامِ شیخ

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے نام سے شاعری کرتے ہیں حضرت مدظلہ کی شاعری میں صوفیانہ رنگ نمایاں ہے۔ امیر محمد اکرم اعوان صاحب کی شاعری کے مجموعے۔ آس جزیرہ۔ متاعِ فقیر۔ دیدہ تر۔ گرد سفر' سوچ سمندر کون سی ایسی بات ہوئی ہے۔ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

اگر کبھی آؤ تو دیکھو ایک بار
تم گئے تو ہوگئی رخصت بہار

دل کی آبادی کا باعث تھا کبھی
چھین کر جو لے گیا دل کا قرار

آنکھ کیونکر روک لے طوفان کو
آنسوؤں میں جب ڈھلے دل کا غبار

گھر گیا تاریکیوں میں کارواں
کھو گیا اپنی نظر سے کوئے یار

یہ جہاں لگتا ہے مانند سراب
زندگی سے اٹھ گیا ہے اعتبار

کاش کوئی ایسا نامہ بر ملے
لے اڑے جو ڈوبتے دل کی پکار

اس کو بھی بے چین تو کر دے کوئی
دیکھنے جو آئے اپنا حال زار

مر بھی جائیں ہم مگر سیماب جی
دیکھ تو لیں اس کو پھر سے ایک بار

سیماب اویسی

www.naqshbandiaowaisiah.com

پتھروں پر پڑی مٹی

ہارون الرشید مستقل اخباری کالم نگار ہیں حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں اپنا مافی الضمیر اور تجربات بڑے خوبصورت اور پر اثر انداز سے لکھتے ہیں۔ پڑھنے والا ان کی تحریر سے مسحور ہوتا ہے۔ حضرت امیر محمد اکرم اعوان امیر تنظیم الاخوان کے افکار سے متاثر ہیں۔

ہارون الرشید

درختوں کی جڑیں زمین میں ہوتی ہیں اور معاشرتی و سیاسی نظاموں کی تاریخ میں ،کیا جنرل تنویر نقوی یہ بات جانتے ہیں؟

نواز شریف کس منہ سے کہتے ہیں کہ وہ کارگل کے معاملے سے بے خبر تھے اور یہ کہ عسکری قیادت نے اپنے طور پر مہم جوئی کا فیصلہ کیا انہوں نے کیسے مان لیا کہ لوگ ان پر اعتبار کر لیں گے۔

4 جولائی 1999ء کو واشنگٹن اعلامیے کی ذلت آمیز دستاویز پر دستخط کرنے کے بعد آنجناب لاہور پہنچے۔ شریف خاندان کی سرپرستی کرنے والے معروف اور ممتاز مدیر نے ان سے احتجاج کیا وزیر اعظم نے وہی بات کہی جو اب وہ برملا ارشاد کر کے عملاً" اپنی قوم اور فوج کے خلاف وعدہ معاف گواہ بن چکے۔ راوی کا بیان ہے کہ مدیر محترم نے ٹیلی فون پر جنرل پرویز مشرف سے رابطہ قائم کیا تو انہیں ملاقات کی دعوت دی گئی جنرل نے بتایا کہ بھارت کے ناپاک عزائم کی خبر پا کر جس نے 1983ء میں سیاچن پر قبضہ کر لیا تھا کاروائی کا فیصلہ ہوا تو دوبار وزیر اعظم کو مفصل بریفنگ دی گئی پھر ان کی باضابطہ منظوری سے آغاز کیا گیا۔

جنرل نے ایڈیٹر کو پیش کش کی ہے وہ ابھی اور اسی وقت وزیر اعظم سے ملاقات کا وقت لیں۔ وہ ان کے ساتھ جانے کے لئے آمادہ ہیں جہاں وہ ثابت کریں گے کہ موصوف غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

سیاسی رہنماؤں، دانشوروں اور اخبار نویسوں کو غور کرنا چاہئے کہ سابق وزیر اعظم نے اچانک ماضی کا ایک قصہ چھیڑنے اور اپنے ملک کو رسوا کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ انہوں نے ایک ایسی بات کیوں کہی جس سے بھارت اور پاکستان کو بنیاد پرست ملک ثابت کرنے پر تلے امریکہ کے سوا کسی کے ہاتھ مضبوط نہیں ہوتے۔

کیا یہ وہی نواز شریف نہیں جو کارگل کا کریڈٹ لینے کے لئے بے تاب تھے جو بار بار کنٹرول لائن کا دورہ کر رہے تھے۔ اگر معاملہ وہی ہوتا جس کا وہ دعوی کرتے ہیں تو وہ خاموش رہ سکتے تھے اور انتظار کر سکتے تھے لیکن نہیں۔ تب انہیں فتح کا امکان نظر آتا دکھائی دے رہا تھا۔ کہ دو ڈویژن بھارتی فوج گھیرے میں ہے اس کے لئے سپلائی کے اخراجات میں 500 گنا تک اضافہ ہو چکا ہے بے رحم موسم قیمت وصول کر رہا ہے بھارتیوں کی ہمت ٹوٹ رہی ہے اور کشمیری مجاہدین کے حوصلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔

زندگی اور زمانے کے حقائق سے ناآشنا وزیر اعظم کو یہ لگا کہ بھارت کو عاجز کر کے اس سے بعض شرائط منوائی جا سکتی ہیں لہٰذا وہ بے قرار ہو کر بار بار کنٹرول لائن کی طرف لپکے لیکن پھر عالمی رد عمل اور امریکی دباؤ نے انہیں خوفزدہ کر دیا انہیں ایک بڑی اور حقیقی جنگ کا خطرہ دکھائی دیا۔ اب وہ مخمصے میں الجھ گئے اپنے تجارتی مفادات کے لئے وہ بھارتی لیڈروں سے قریبی رابطے استوار کر چکے تھے انہی رابطوں کا ثمر تھا کہ بھارتی حکومت نے عالمی اخبارات میں پاکستانی فوج کے خلاف اشتہارات دیئے اور وزیر اعظم کے معصوم ہونے کا تاثر دیا۔ سابق بھارتی وزیر اعظم آئی کے گجرال نے انہی رابطوں کی گواہی دی جب وزیر اعظم کی برطرفی پر انہوں نے درد بھرا مضمون لکھا۔

نواز شریف جیسا شخص جنگ کا خطرہ مول نہ لے سکتا تھا روپیہ بنانے، کھانے، کھیلنے اور تفریحات کا آدمی۔ وہ آدمی جو کارگل پر دی جانے والی بریفنگ میں کیک کھاتا اور جنرل عزیز سے پوچھتا رہا کہ یہ کس بیکری سے منگوائے گئے ہیں وہ شخص جو کراچی میں لسی کی دکانوں اور لندن میں نہاری والے ہوٹلوں کے راستے خوب جانتا ہے جو ناروے پہنچ کر سفارتخانے میں پائے کے سالن کی فرمائش کرتا ہے وہ خوفزدہ ہو کر واشنگٹن روانہ ہوا اور صدر کلنٹن کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا یہ

www.naqshbandiaowaisiah.com

ایک نعرہ باز لیڈر کے سیاسی کیریر کا انجام تھا۔ جس کے لئے فوج، خفیہ ایجنسیوں تاجروں کے عطیات اور کرائے کے اخبار نویسوں نے راہ ہموار کی تھی طوفان کے پہلے تھپیڑے نے اس کی ساری آن بان ختم کردی۔

اب وہ جیل کی کوٹھری میں خوفزدہ رہتا ہے وہ برف میں ڈھکے تربوز اور خربوزے کھاتا ہے۔ راولپنڈی کے پنج ستارہ ہوٹلوں سے چینی کھانے منگواتا اور تلی ہوئی دریائی مچھلی کی فرمائش کرتا ہے اس کا خیال یہ تھا کہ رائے عامہ اس کے لئے اٹھے گی جیسے بھٹو کے لئے اٹھی تھی لوگ اس کے لئے کیوں اٹھیں □ اس کا رنگ و روغن اتر چکا ہے اور اس کی مقبولیت تمام ہو چکی جیسا کہ قرآن مجید کہتا ہے پتھروں پر پڑی مٹی جسے بارش دھو ڈالے۔

بیسویں صدی کے ابن تیمیہ ابوالاعلیٰؒ نے پکار کر کہا تھا کہ ناخالص دودھ سے خالص مکھن نہیں نکلتا اگر معاشرے کو اجلی قیادت درکار ہے تو خود معاشرے کو اجالنا ہو گا اس کی تطہیر اور اس کا تزکیہ کرنا ہو گا۔ پیغمبروں کا راستہ یہی ہے امام غزالی سے شاہ ولی اللہ تک اور خواجہ حسن بصریؒ سے مجدد الف ثانی تک ہر ایک نے یہی کیا وہ لوگوں کے پاس گئے انہیں تعلیم دی جو کچھ ہے حماقت ہے اور فریب نفس ہے۔

فیلڈ مارشل ایوب خان کا تجربہ ناکام ہوا ضیاء الحق کا تجربہ ناکام ہوا فوج کے ذریعے نئی سیاسی قیادت لانے کا تجربہ ناکام ہوا سیاسی جماعتوں کے گٹھ جوڑ بے نتیجہ رہے جعلی جمہوریت بے ثمر ثابت ہوئی جنرل تنویر نقوی کو اس سب تجربات کا مطالعہ کرنا چاہئے ملک کو ایک نیا بندوبست نہیں، تعلیم و تربیت اور تہذیب کا عمل درکار ہے۔ اعتدال اور انسان دوستی کی ضرورت ہے۔

نئے بلدیاتی اداروں کی تشکیل اور ان میں خواتین کی نمائندگی بڑھانے سے کچھ نہ ہو گا اتاترک، امان اللہ خان، رضا شاہ کبیر، سوئیکارنو اور ذوالفقار علی بھٹو اپنی قبروں میں ناکام سو رہے ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ اپنی ہی تہذیبی اور اخلاقی بنیادوں پر تعمیر ہوتا ہے۔ اقبال اور محمد علی جناح نے اس راز کو پالیا تھا کیا جنرل تنویر نقوی پا سکیں گے۔ میں حیران ہوں کہ وہ اسلام کی علمی روایت سے آشنا ہیں کیا وہ قرآن مجید اور سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں؟

درختوں کی جڑیں زمین میں ہوتی ہیں اور معاشرتی و سیاسی نظاموں کی تاریخ میں مصنوعی طریقہ سے پیدا ہونے والی ہر قیادت کا انجام نواز شریف کی طرح ہوتا ہے بے نظیر بھٹو کی طرح۔ پتھروں پر پڑی مٹی کی طرح جسے بارش دھو ڈالتی ہے۔

بشکریہ روزنامہ "جنگ"

بقیہ صفحہ 63 سے آگے

بہت ہی زیادہ مزاحمت اور "ضد" کرتا تو منگول آس پاس کی دیہی آبادیوں کو پکڑ کر بطور ڈھال اپنے آگے آگے مارچ کرواتے اور خود ان کے عقب میں چلتے رہتے۔ محصورین جب اپنے ہی بہن بھائیوں کو تیروں کا نشانہ بناتے تو یہ منظر بعض محصورین کے لئے نادیدنی اور رقت انگیز بن جاتا۔ تاہم منگول خود نہایت سفاکی اور بے رحمی کا مظاہرہ کرتے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دشمن پر رحم کرنا اپنے آپ پر ظلم کرنے کے برابر ہے۔

محصورین کے کیمپ میں کھلبلی اور بھگدڑ مچانے کا ایک اور انداز بھی منگولوں کے ہاں عام تھا۔ وہ تیروں کو ایک خاص قسم کا تیل لگا کر آگ لگاتے اور پھر انہیں سینکڑوں کی تعداد میں محصور کیمپ میں پھینک دیتے۔ یہ جلتے ہوئے تیر کثرت تعداد کی وجہ سے بجھانے ممکن نہ تھے۔ چنانچہ محصور گیریژن میں جگہ جگہ آگ بھڑک اٹھتی تھی۔

یہ تمام جنگی تدبیریں اگرچہ بالکل نئی نہ تھیں، لیکن منگول افواج نے ان کا بھرپور اور اجتماعی استعمال اس تسلسل اور اس رفتار سے کیا کہ تاریخ میں امر ہو گئے۔

بشکریہ روزنامہ "پاکستان"

فتح اور شکست

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمان اس صلح کی شرطوں کو پسند نہ کرتے تھے اور انہیں اپنی کمزوری سمجھتے تھے چنانچہ صلح نامہ کی تکمیل ہو جانے کے بعد بھی احرام کھولنے پر اس وقت تک تیار نہ ہوئے جب تک کہ خود حضور ﷺ نے اپنا احرام نہ کھول دیا۔ مگر خداوند تعالیٰ نے اس صلح کو فتح کا نام دیا۔ اور دراصل یہ صلح فتح ہی ثابت ہوئی اب تک کافروں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے اور ان کے مذہب کو سمجھنے اور ان کے اخلاق کو پرکھنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اب جو صلح ہوئی اور کافر مدینہ میں آزادانہ آنے جانے لگے تو انہیں یہ موقع ملا اور وہ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر خود بخود مسلمان ہونے لگے۔ دوسرے قریش کی طرف سے اطمینان اور راستوں میں امن ہو جانے کی وجہ سے سرور عالم ﷺ کو دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کا موقع ملا۔ چنانچہ سرکار نامدار ﷺ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں اور سرداروں کے پاس تبلیغی خطوط بھیجے جن میں سے کئی خوش نصیب بادشاہوں نے سرور عالم کی دعوت قبول کر لی اور اس طرح اسلام کی قوت و عظمت میں کافی اضافہ ہو گیا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

تکلف برطرف

زیرِ نظر نظم "تکلف برطرف" نئی فوجی حکومت کے لئے مشورہ ہے۔ فراست بخاری صاحب بڑی ہی خوبصورت شاعری میں اپنے خیالات کو ڈھالا ہے۔

احتساب ہونا چاہئے شفاف ہونا چاہئے
لیکن کوئی بھی نہ وعدہ معاف ہونا چاہئے

جس کا دامن پاک ہے جس کی نیت صاف ہے
ایسے باکردار سے انصاف ہونا چاہئے

کامیابی کا ایجنڈا اب فقط درکار ہے
دین ملک اور قوم اہداف ہونا چاہئے

راہبروں کے بھیس میں جو گند ڈالا دیس میں
باون برس بیت گئے' اب صاف ہونا چاہئے

جھولیاں کچھ بھر گئیں بلکہ بیلنس بڑھ گئے
اب قوم کے مورال کو بلند گراف ہونا چاہئے

عوام اور خواص میں تفریق کرنا ظلم ہے
فائدہ نقصان ہاف' ہاف ہونا چاہئے

آج دودھ' دودھ ہو اور آب' آب ہو
سب تکلف برطرف انصاف ہونا چاہئے

دیس کے مفاد میں گر ضروری ہے وہاں
آراء میں ہر چند اختلاف ہونا چاہئے

قوم کی تقدیر بدلے سیرت و انصاف سے
رہبر ملت کا با اوصاف ہونا چاہئے

حاکمان وقت سے اپنی گزارش ہے یہی
سن کر سچائی کو نہ موڈ آف ہونا چاہئے

فراست بخاری

www.naqshbandiaowaisiah.com

معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مکے سے ہجرت کرکے مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو کفار مکہ نے اعلان کردیا کہ جو کوئی محمد ﷺ اوران کے ساتھی کو پکڑ کرلائے گا 'اُسے سواونٹ انعام میں دیئے جائیں گے

انعام کے لالچ میں بہت سے کافر رسول اکرم ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ان کافروں میں ایک شخص سراقہ نام کاتھا۔ اس کے پاس ایک گھوڑاتھا جو تیز رفتاری میں اپنا جواب نہیں رکھتاتھا۔اس نے سوچاکہ میں اس گھوڑے کی مدد سے محمد ﷺ اور ان کے ساتھی کو آسانی سے پکڑ سکتاہوں۔یہ سوچ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور مدینے کی طرف چل پڑا۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ چند روز تک غارثور میں چھپے رہنے کے بعد مدینے کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ سراقہ اپناگھوڑادوڑاتاہوا آپہنچا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جب دیکھا کہ سراقہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے ہمارے پیچھے آرہاہے اور ہم تک پہنچنے ہی والا ہے تو انہوں نے حضورؐ سے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ سراقہ نے ہمیں دیکھ لیاہے وہ ہمارے پیچھے آرہاہے۔

رسول اکرم ﷺ نے کوئی گھبراہٹ ظاہر نہ کی بلکہ نہایت اطمینان اور حوصلہ مندی سے فرمایا۔

فکر نہ کرو'اللہ ہمارے ساتھ ہے

حضور کی اس بات سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطمینان ہوگیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا کہنا کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔

اتنے میں سراقہ بالکل قریب آپہنچا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سراقہ کے گھوڑے کے چاروں پیر پیٹ تک زمین میں دھنس گئے یہ دیکھ کر سراقہ بہت گھبرایا اس نے بہت کوشش کی مگر گھوڑے کے پاؤں باہر نہ نکلے۔

سراقہ نے سمجھ لیا کہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی کو گرفتار کرنا بہت مشکل ہے جس کی حفاظت خدا کررہاہو 'اسے کون پکڑ سکتاہے یہ سوچ کر وہ کہنے لگا۔

اے محمدؐ! مجھے اور میرے گھوڑے کو اس مصیبت سے نجات دلایئے میں وعدہ کرتاہوں کہ واپس چلاجاؤں گا۔ اور جو کوئی آپ کی تلاش میں اس طرف آئے گا اسے بھی واپس لے جاؤں گا۔

سراقہ کی یہ درخواست سن کر حضور ﷺ نے دعافرمائی اور اس کے گھوڑے کے پیر زمین سے باہر نکل آئے۔ سراقہ واپس جانے لگاتو حضورؐ نے فرمایا۔

اے سراقہ! اگرچہ تم ابھی اللہ پر ایمان نہیں لائے مگر اللہ کی شان نرالی ہے میں تمہارے ہاتھوں میں ایران کے بادشاہ کے کنگن دیکھ رہاہوں۔

رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرصدیق مدینے کی طرف روانہ ہوگئے اور سراقہ واپس مکے چلاگیا۔

سراقہ بعد میں اسلام لے آیا اوراس کے بارے میں حضور ﷺ کی پیش گوئی جو تھی وہ حضرت عمرفاروقؓ کے دور میں پوری ہوئی۔حضرت عمرفاروق کے عہد میں ایران فتح ہوا اور اس فتح کے ساتھ جومال غنیمت آیا۔اس میں ایران کے بادشاہ نوشیرواں کے کنگن بھی تھے جو حضرت عمرفاروقؓ نے اپنے ہاتھوں سے سراقہ کے ہاتھوں میں پہنائے(سیرہ ابن ہشام)

www.naqshbandiaowaisiah.com

حصول توجہ رسول ﷺ کا طریقہ

خطاب-امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان 18-2-2000

بسم اللہ الرحمان الرحیم

○واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوة والعشی یریدون وجھه ولاتعد عینک عنھم ترید زینته الحیوة الدنیاولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع ھوىه وکان امره فرطا○الکھف28

بات میں اور عمل میں بہت بڑا فاصلہ ہوتا ہے اچھی بات بہت اچھی ہوتی ہے لیکن وہ اچھے عمل کا سرٹیفکیٹ نہیں ہوتی اچھائی کی عملاً" سند نہیں ہوتی جب تک اچھا عمل نہ کیاجائے اچھی بات بھی بجائے خود ایک عمل ہے لیکن جہاں تک بات کا اثر ہے کوئی بہت اچھے کھانوں کا نام گنتا رہے تو اس سے اس کا پیٹ نہیں بھر جائے گا جب تک وہ کھانا کھائے گا نہیں عمل کی ایک اپنی حیثیت ہوتی ہے۔

ہمیں نصف صدی سے زائد عرصہ ہو چکاہے ہم ایک بہت خوبصورت بات کہتے ہیں تقسیم ملک سے لیکر اب تک یہ ملک اللہ کے نام پر اللہ کے دین کے نفاذ کے لئے حاصل کیاگیاہے اور یہاں ہر شعبہ زندگی میں دینی عمل دینی احکام دینی نظام معاشی سیاسی عدالتی ہر طرح کے سارے نظام دین کے تابع ہوں گے یہ بہت اچھی بات ہے لیکن آج تک اس پر عمل تو کیا ہماری گذشتہ نصف صدی اس بات پہ گواہ ہے کہ آنے والا ہر دن اپنے اس مقصد سے ہم ہٹتے جارہے ہیں دور ہوتے جارہے ہیں پاکستان کی تاریخ ہے حادثات کی تاریخ ہے حادثوں کا یہ تسلسل ہمیں اس اعلی وارفع مقاصد کے قریب کرنے کی بجائے اس سے دور کرتا جارہاہے حتی کہ وہ حکومتیں جو محض نفاذ اسلام کے وعدے پر برسراقتدار آئیں آپ کو بھی یاد ہونا چاہئے اور مجھے بھی یاد ہے کہ الیکشن کمپین میں میاں نواز شریف کا نعرہ یہ تھا کہ ہم خلافت راشدہ کانظام نافذ کریں گے جنرل سکندر سے میری ملاقات ہوئی الیکشن کمپین میں تووہ کہنے لگے کہ پہلی دفعہ جب حکومت ہمارے پاس آئی تو ہمارا ارادہ تھا کہ ہم تبدیلی لائیں گے ہمارے پاس کوئی سٹرکچر نہیں تھا کوئی بنا بنایا ایسا ضابطہ نہیں تھا لیکن اس دفعہ ہم بنارہے ہیں سارا سٹرکچر بنارہے ہیں اور اس دفعہ جب حکومت آئے گی تو صرف وہ نافذ کرنا ہو گا ہمیں کوئی اس کا بنیادی کام نہیں کرناپڑے گا لیکن ہوا کیا بے دینی بدکاری برائی لوٹ مار رشوت خوری اور کافرانہ نظام یہ ساری چیزیں اور بڑھ گئیں ہم اس کا ذمہ دار کبھی سیاستدانوں کو ٹھہراتے ہیں کبھی بہت بڑا غبار ہم نکالیں تو غیر ملکی طاقتوں پر نکالتے ہیں امریکہ نہیں کرنے دیتا یورپ والے نہیں کرنے دیتے اور میرے خیال میں ہمیں کبھی بھی یہ توقع نہیں کرنی چاہئے کہ کفر نفاذ اسلام میں تعاون کرے گا- کفر کی موت ہے اسلام- تاریکی کے لئے روشنی موت ہے -دنیا کے لئے تو حیات ہے لیکن تاریکی کے لئے تو موت ہے -اسلام اللہ کی مخلوق کے لئے تو حیات کی نوید ہے لیکن جو فرعون بنے بیٹھے ہیں ان کے لئے تو موت کا پیغام ہے وہ اس میں تعاون کیوں کریں گے وہ تو روڑے اٹکائیں گے یہ کون سی عجیب بات ہے ہم سے کیوں نہیں ہوپارہا؟ قران کریم نے اس آیہ مبارکہ میں جو سورة الکھف کی پندرھویں پارے کی آیت ہے اس میں وہ اصول بتایاہے کہ نفاذ اسلام کا راستہ کیاہے؟اسلام کیاہے؟

اسلام ہے قول وفعل محمد ﷺ -قرآن بھی اسی میں شامل ہے ہمیں حضرت محمد ﷺ نے بتایا کہ یہ قرآن ہے وہ زبان پاک محمد ﷺ سے وہ الفاظ وارد ہوئے جو قرآن ہے اور کسی نے وحی سے نہیں سنا تھا اللہ کی ذات کیاہے اس کی صفات کیاہیں یہ بھی ارشادات نبوی ﷺ سے ہمیں پتہ چلا ہے تعلیمات نبوی ﷺ سے پتہ چلا حلال وحرام جائز وناجائز غلط اور صحیح کیاہے دنیا اور آخرت کیاہے انسان اور انسانیت کیاہے یہ ساری حقیقتیں قول وفعل رسول اللہ صلی وعلیہ وسلم ہوں گی جہاں برکات نبوی صلی اللہ وعلیہ وسلم ہوں گی جہاں رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کی توجہ ہوگی وہاں اسلام بھی ہو گا اور اگر یہ نہیں ہوگی تو اسلام نہیں ہو گا ہم سوچتے ہیں کہ بڑے بڑے سیاسی لیڈر ہمارے ساتھ مل جائیں اسلام نافذ ہوجائے گا ہم سوچتے ہیں کہ بڑے بااثر قبائل کے سردار قسم کے لوگ مل

www.naqshbandiaowaisiah.com

جائیں ہو جائے گا قرآن حکیم نے اس کا نسخہ فرمایا وہ بالکل الگ ہے فرمایا اب یہ ارشاد ہو رہا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی۔

اے میرے حبیب ﷺ اپنے وجود عالی کو حکماً روک کر رکھئے ان لوگوں کے ساتھ ۔واصبر صبر کا معنی عربی میں لغوی طور پر باگ کھینچ لینے کا ہوتا ہے جس طرح آپ گھوڑے کی باگ کھینچ کر اسے روک لیتے ہیں جس طرح گاڑی کو بریک لگا کر روک لیتے ہیں اس طرح سے کسی بات پہ رک جانا جم جانا اسے صبر کہتے ہیں ہمارے ہاں جو معنی مروج ہے وہ یہ ہے کہ کسی مصیبت پر شور و غوغا نہ کیا جائے یہ صبر ہے اصل صبر یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر اپنے آپ کو کاربند کیا جائے اور اس کے خلاف کوئی مصیبت کوئی تکلیف کوئی مشکل جو بھی آئے وہ برداشت کی جائے لیکن اس حد کو احکام الٰہی کی حد کو حدود الٰہی کو نہ توڑا جائے

تلک حدود اللہ ولا تقربوھا۔ توڑنا تو کیا ان کے قریب بھی نہ پھٹکا جائے اب یہ حکم ہو رہا ہے آقائے نامدار ﷺ کو کہ اپنے وجود عالی کو واصبر نفسک ۔اپنے وجود عالی کو اس بات کا پابند بنالیجئے کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ رہنا ہے الذین یدعون ربھم بالغدوۃ یریدون وجھہ۔ جو صبح شام رات دن اللہ کی یاد میں رہتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے ۔یاد الٰہی سے مقصد ان کا حصول اقتدار نہیں ہے اپنے تقدس کی شہرت نہیں ہے حصول زر نہیں ہے کسی پر اپنے آپ کو مسلط کرنا نہیں ہے بلکہ یہ شبانہ روز محنت جو کرتے ہیں یاد الٰہی کی شب و روز جو اس کا نام لیتے ہیں شب و روز جو اسے یاد رکھتے ہیں تو اس کا حاصل یا مراد یا مقصد یہ ہے کہ اللہ ان سے راضی رہے وہ اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں۔

ولا تعد عینک عنھم ۔ان میں سے کبھی اپنی نگاہیں نہ ہٹانا۔انہیں کبھی نظر انداز نہ کیجئے ترید زینتہ الحیوۃ الدنیا۔ کبھی یہ خیال قلب مبارک میں نہ آئے کہ دنیا کے عظیم لوگ دنیا کے طاقتور لوگ دنیا کے مالدار لوگ جو دنیا کی بے شمار لذتوں پر قابض ہیں وہ لوگ کچھ کریں گے یہ جو بیٹھے رب رب کر رہے ہیں انہیں کیا کرنا ہے؟ نہیں یہ کریں گے احقاق حق ان سے ہوگا ان دنیا داروں میں سے نہیں ہوگا آپ ﷺ ان کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوں پھر آگے اس سے بھی سخت بات فرمائی فرمایا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔اے میرے حبیب ﷺ اس آدمی کی بات کو پرکاہ حیثیت نہ دیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو رب جلیل ارشاد فرما رہا ہے کہ جن لوگوں کے دل ذاکر نہیں ہیں یہ میری طرف سے سزا ہے ان کے کردار کی میں نے ان کے دلوں کو غافل کر دیا ہے اپنی یاد سے۔من اغفلنا۔ جنہیں ہم نے غافل کر دیا عن ذکرنا۔ ہمارے ذکر سے ۔دل کا ذاکر نہ ہونا اللہ کی ناراضگی کا اظہار ہے اسکی دلیل ہے اور عذاب الٰہی ہے کہ اس کے دل کو اپنی یاد سے غافل کر دیا فرمایا میرے حبیب ﷺ وہ کتنے دانشور ہوں وہ کتنے طاقتور ہوں وہ کتنے دولت مند ہوں وہ کتنے تونگر ہوں ان کی بات کو پرکاہ اہمیت نہ دیجئے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے واتبع ھوٰہ جن کے دلوں کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے وہ اپنے خواہش نفس کی پیروی کریں گے وہ آپ ﷺ سے وفا نہیں کریں گے وہ دین سے وفا نہیں کریں گے وہ اللہ سے وفا نہیں کریں گے اللہ کی مخلوق سے وفا نہیں کریں گے وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کریں گے وکان امرہ فرطا○ اور ان کا کام تو تباہ ہو چکا ہے حد سے بڑھ چکا ان کی بات تو بگڑ چکی ان کا تو کچھ نہیں بچا۔

اب آپ اندازہ کیجئے کہ ہم اس زمانے میں پہنچ گئے ہیں جہاں دل کا غافل ہونا کجا بلکہ دل غافل ہونا ہی سعادت سمجھا جا رہا ہے بجائے خود یہ نہیں کہ دل کے غافل ہونے پر کسی کو دکھ ہو بلکہ دل کا ذاکر نہ ہونا ہی عین عبادت سمجھا جا رہا ہے اور کسی کو ذکر قلبی کی بات کیجئے تو کہتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے اس کا ثبوت کیا ہے یہ ہوتا کیوں ہے؟ کمال ہے آپ دیکھیں لوگ دنیا کہاں پہنچ گئی یہ صرف میرے اور آپ کے چاہنے کی بات نہیں ہے معاملہ اللہ کریم کے اپنے دست قدرت میں ہے اور جو لوگ اس کے نام کو دل میں بسانے کے لئے دلائل کے متلاشی ہیں وہ انہیں اپنا نظام کیوں عطا کرے گا وہ ان پر نیک قیادت کیوں بھیجے گا وہ ان پر صالح افراد کو کیوں مقرر کرے گا کیا ایسے لوگوں پر حکومت ظالم نہیں ہوگی کیا ایسے لوگوں کا یہ علاج نہیں ہے کہ ایک ظالم سے چھوٹیں اور دوسرے ظالم کے ہتھے چڑھ جائیں بھیڑیے سے چھوٹیں اور چیتے کے منہ میں چلے جائیں کیا یہی علاج نہیں ہے اور یہی ہو نہیں رہا

www.naqshbandiaowaisiah.com

پچاس برسوں سے نصف صدی سے کیا ہمارے ساتھ یہی نہیں ہو رہا اگر اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو جس کسی بندے کے دل میں یہ احساس موجود ہے کہ یہ وطن اللہ کی امانت ہے اور اس پر اللہ کا دین نافذ ہونا چاہئے تو اس کے ذمے یہ ہے کہ وہ اللہ کے ان بندوں کو اللہ کی یاد کی طرف بلائے جب تک قلوب ذاکر نہیں ہوں گے نفاذ اسلام کی سعادت نصیب نہیں ہوگی بنیادی بات یہ ہے اس وقت کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے اس وقت کا سب سے بڑا اسلحہ یہ ہے موجودہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ جو دل اللہ کی یاد سے ویران ہو چکے ہیں پہلے انہیں یاد الٰہی سے آباد کیا جائے ارے بیج بونا کھیتی اگانا پھل حاصل کرنا اس کے لئے کیا کھیتی کو جوتنے پہ محنت نہیں کرنا پڑتی کیا اس سے جھاڑ جھنکار صاف نہیں کرنا پڑتا ایک کھیتی کو آپ سال بھر جوتتے ہی نہیں ہیں اس میں طرح طرح کے پودے طرح طرح کی جھاڑیاں طرح طرح کے کانٹے اگ آتے ہیں آپ کہتے ہیں میں اس میں بیج بو دیتا ہوں اس میں پھل آئے گا وہاں کیا بیج اگے گا کیا پھل اس میں آئے گا اور کھیتی بھی تو تیار ہو -نفاذ اسلام کی بات تو ہم کرتے ہیں کن پر نافذ کرنا چاہتے ہیں ان لوگوں پر جن کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہیں تو اللہ کی یاد سے غافل ہونا دل کا تو عذاب الٰہی ہے اور جو لوگ عذاب کا شکار ہیں انہیں عدالت اسلامی نصیب ہوگی جو لوگ عذاب الٰہی کا شکار ہیں انہیں معیشت اسلامی نصیب ہوگی؟ سود ہی کھائیں گے -جو لوگ عذاب الٰہی کا شکار ہیں انہیں سود کھانا ہی نصیب ہوگا انہیں عدالت کے نام پر ظلم پیش آئے گا ان پر عدل کے نام پر ظلم کیا جائے گا اور وہ اگر بھیڑیے کے منہ سے چھوٹیں گے تو چیتے کے منہ میں چلے جائیں گے یہی ان کا علاج ہے اور اگر واقعی کسی کو اس قوم سے اللہ کے ان بندوں سے اللہ کی اس مخلوق سے اللہ کے لئے ہمدردی ہے تو سب سے بڑا اور پہلا کام یہ ہے کہ وہ انہیں اللہ کی یاد پہ لگائے یا کم از کم اتنی قوت اللہ کی یاد والے دلوں کی پیدا کرلے جو باطل کا مقابلہ کر سکے۔

یاد رکھیں میری تو کیا حیثیت ہے اللہ کے اس فرمان عالی پہ غور فرمائیں تو آپ کو وہ تصویر نظر آئے گی کہ کس طرح کے لوگوں کے ہاتھوں اسلام نافذ ہو سکتا ہے جن کے لئے نبی علیہ الصلوۃ کو یہ حکم دیا گیا ہو کہ آپ ﷺ اس کی بات پر توجہ ہی نہ فرمائیے وہ اسلام نافذ کریں گے؟ ایسے لوگ جو کچھ بھی کریں مشورہ دیں کام کریں بڑا تیر ماریں اور بارگاہ نبوی ﷺ میں اللہ کا فرمان موجود ہے کہ کہ میرے حبیب ﷺ ان کی باتوں پر آپ ﷺ پر کاہ توجہ نہ دیجئے کیوں؟ انہوں نے دعوی تو بڑا کیا فرمایا دعوی کرتے رہے ان کے دلوں کو میں نے اپنی یاد سے غفلت کر دیا اب توجہات نبوی ﷺ کے لئے اگر ان دلوں سے غفلت کا غبار اتر جائے اور وہاں یاد الٰہی آجائے تو وہ اس زمرے میں شامل ہو سکتا ہے جہاں حکم دیا گیا ہے۔

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی -یہ آیہ کریم جب نازل ہوئی تو نبی علیہ الصلوۃ حجرہ مبارک سے برامد ہوئے جلوہ افروز ہوئے مسجد نبوی میں تو مختلف لوگ بیٹھے ہوئے تھے مختلف ٹولیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور ذکر الٰہی ہو رہا تھا تو آپ ﷺ ذاکرین کی ٹولی میں جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا اے اللہ تیرا شکر ہے مجھے جن لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا وہ لوگ بھی عطا کر دیئے اور یہ واضح احادیث ہیں جو تمام صحاح میں موجود ہیں اور مبتدی جو کتابیں پڑھتا ہے ان میں بھی یہ موجود ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ پھر یہ پوچھا جاتا ہے کہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے۔ قرآن حکیم میں ذکر مطلق ذکر کا حکم بصیغہ امر موجود ہے حکم دیا گیا ہے

واذکر ربک فی نفسک۔ واذکر اسم ربک اذکر واللہ ذکرا" کثیرا۔ جہاں قرآن میں جس کام کا براہ راست حکم دیا جاتا ہے وہ واجب ہو جاتا ہے فرض ہوتا ہے مطلق ذکر کی فرضیت سے کوئی عالم انکار نہیں کر سکتا اب اس ذکر میں ذکر لسانی ہے زبانی ذکر ہے ہم عملاً" جو نیکی کرتے ہیں وہ عمل عملی ذکر ہے لیکن قران کا جب دوسرا پہلو ہم دیکھتے ہیں جب ذکر پہ بات کرتا ہے تو وہ مطالبہ کرتا ہے کہ قلب بھی ذاکر ہونا چاہئے اگر قلب ذاکر نہیں ہے تو زبانی ذکر کا بھی اور عملی ذکر کا بھی اعتبار ہی نہیں فرمایا

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا اپنی یاد سے غافل کر دیا اس کے کسی کام کا کوئی اعتبار نہیں خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیں اس کی بات سننا گوارہ نہ فرمائیے ولا تطع۔ نبی کسی کی اطاعت نہیں کرتا اطاعت کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا کہ کوئی رائی برابر حیثیت بھی اسے نہ دی جائے نبی تو براہ راست اللہ کی اطاعت کرتا ہے نبی مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں ہوتا مخلوق میں نبی کی اطاعت کی جاتی ہے نبی کسی کی اطاعت

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں کرتا پھر یہاں اطاعت کا طمع کیوں لایا گیا کہ کسی بھی حیثیت سے ایسے بندے کو جس کا دل میری یاد سے غافل ہے اور جو دل میری یاد سے غافل ہے وہ میں نے کردیا ہے اس سے ناراض ہوکر اس سے خفا ہوکر اسے سزا دینے کے لئے میں نے اس کے دل سے اپنی یاد کی توفیق سلب کرلی للذا آپ ایسے لوگوں کی بات کو کوئی اہمیت نہ دیں وہ عمرے پر جائے وہ حج پر جائے وہ روئے چلائے وہ طواف کرے وہ آنسو بہائے وہ روضہ اطہر ﷺ پر جائے وہ کروڑوں سجدے مسجد نبوی ﷺ میں کرے لیکن یہاں تو حکم ہے کہ آپ ﷺ اس کی طرف توجہ ہی نہ فرمائیے یار کوئی مشکل الفاظ ہیں قرآن کے؟ یہ تو پرائمری کا بچہ بھی سمجھ رہا ہے ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا اس کی بات کی کوئی پرکاہ حیثیت نہ دیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا۔

تو میرے بھائی اگر اہم اسلام کے نفاذ کے لئے مخلص ہیں تو ہمیں چھت ڈالنے کی تیاری کرنے کی بجائے بنیاد اٹھانی ہوگی جو مکان بنانا چاہتا ہے وہ شہتیر اٹھا کر نہیں پھرتا وہ بنیاد سے شروع کرتا ہے شہتیروں کی تیاری کرو جہاد کی تیاری کرو جہاد سیکھو جہاد پڑھو جہاد سمجھو لیکن نرے چھت سے مکان نہیں بنے گا اس کی بنیاد استوار کرو اس کی دیواریں بناؤ بنیاد ہے ذکر الٰہی اور اس کی دیواریں ہیں اتباع رسول ﷺ عملی زندگی میں سنت کی پیروی تب نصیب ہوتی ہے جب دل ذاکر ہو دل ذاکر نہ ہو تو رسم دنیا بن جاتی ہے اطاعت نہیں رہتی اور کتنی خوبصورت بات ہے کہ جو بھی ذکر قلبی کرے اس کے لئے حکم ہے رسول ﷺ کو کہ اسے آپ ﷺ کی معیت نصیب ہونی چاہئے وہ ادنی ہے وہ اعلی ہے وہ فقیر ہے امیر ہے وہ مزدور ہے یا جرنیل ہے وہ خوبصورت ہے یا بدصورت ہے وہ بہت پڑھا لکھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے لیکن جس کا بھی صرف دل ذاکر ہے اسے آپ ﷺ کی معیت نصیب ہوجاتی ہے۔

بعض ساتھی پوچھتے ہیں لکھتے ہیں میرے مراقبات کہاں ہیں میرے مقامات کیا ہیں میں سمجھتا ہوں کہ زندگی میں اس سے بڑا کسی مقام کا کوئی تصور نہیں کہ بندے کو معیت نبوی ﷺ نصیب ہوجائے اس دنیا میں اس دنیا میں دو عالم میں اس سے بڑا مقام کوئی کسی کے لئے کیا ہوگا کہ اسے محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوجائے کیا اس سے بڑے مقام کا کوئی تصور ہے اور اگر صرف ایک لطیفہ قلب پہ محنت کرتے رہو تو بارگاہ اقدس ﷺ نوازنے کے لئے تو تیار ہیں وہ تو نصیب ہوجائے گی اور اس سے بڑا کیا چاہتے ہو اب اس پہ مزید کسی کو سات لطائف نصیب ہوگئے کسی کو مراقبات نصیب ہوگئے کسی کو فنافی الرسول ﷺ ہوگیا وہ تو نوراً علی نور ہوگیا وہ تو بہت بڑی بات ہے لیکن بجائے خود صرف ذکر نصیب ہونا اتنا بڑا انعام ہے کہ اس کے بعد سوچنا اس کی کوئی دلیل کوئی جواز نہیں بنتا کہ اس کے بعد بھی بندہ سوچے کہ اس سے بڑی بھی کوئی نعمت ہے۔

سو میرے بھائی انشاءاللہ یہ ملک بھی قائم رہے گا اس پر دین کا نفاذ بھی ہوگا اللہ اپنے بندے پیدا فرمادے گا جن کے قلوب ذاکر ہوں گے جو اللہ کے لئے جینا اور مرنا چاہیں گے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر ہر میدان میں قربانیاں دینے کے لئے تیار ہوں گے لیکن ہماری سعادت تو یہ ہے کہ اللہ ہمیں بھی ان میں سے کرے ہمارے ہاں ایک رواج ہوگیا ہے کہ ہم نیکوں کے فضائل گنتے رہتے ہیں ہم گناہ گاروں کے گناہ گنتے رہتے ہیں ہم اپنی ذات پہ اپنی نظر نہیں ڈالتے ہم خود کو تلاش نہیں کرتے کہ میں کن لوگوں میں سے ہوں تو میری گذارش ہے حلقے کے ہر ساتھی کے لئے کہ خدا کے لئے ذکر کی ترویج پہ اپنی آخری کوششیں لگادو اور ایک ایسا طبقہ پیدا کردو جن کے دل ذاکر ہوں انقلاب خود بخود آجائے گا انقلاب کے اسباب خود پیدا ہوں گے تبدیلی نظام خود ہو جائے گا یہ سارے کام از خود ہونے لگیں گے باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے لوگ میدان میں اتر پڑیں گے اس باطل نظام کو ہٹانے کے لئے لوگ جانیں دینے پہ آجائیں گے تائید باری نصیب ہوگی تائید نبوی ﷺ نصیب ہوجائے گی لیکن ایک طبقہ پیدا کردو اس قوم میں وہ لوگ پیدا کردو جن کے دل ذاکر ہوں جو اللہ کے اس عذاب سے نکلیں کہ اللہ نے ان کے دلوں سے ذکر کی توفیق چھین لی ہے اور اگر قلب کو ذکر نصیب نہیں ہوتا فرمایا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هوله وكان امره فرطا"○

www.naqshbandiaowaisiah.com

اے میرے حبیب ﷺ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اس کی بات پر توجہ نہ فرمایئے وہ خواہش نفس کا پیروکار ہے اس کی بات بگڑ گئی ہے اس کا کام تباہ ہوگیا اس کا کام ختم ہوگیا اس سے بھلائی کی توقع نہ کی جائے۔

ہم نے الاخوان کی بنیاد نفاذ اسلام اور تبدیلی نظام کے لئے رکھی لیکن یاد رکھو الاخوان ڈالیاں ہیں پتے ہیں اس کا تنا اور اس کی جڑیں ذکرالٰہی ہے اور سلسلہ عالیہ ہے اگر تنا کمزور ہوجائے اگر جڑوں کو دیمک کھاجائے تو پتے اور ڈالیاں سلامت نہیں رہتے پھل نہیں دیتے ہر ساتھی اپنی بہترین کوشش ذکرالٰہی پہ لگادے۔ اپنے اذکار پہ پوری توجہ دیجئے اور صبح شام کے اذکار میں باقاعدگی پیدا کیجئے اور یکسوئی پیدا کیجئے اور محنت کیجئے اور کوشش کیجئے کہ جہاں تک دلوں کو اللہ کے نام کی روشنی بانٹی جاسکے یار چودہ کروڑ میں چودہ لاکھ تو پیدا کردو چودہ سو لاکھ جو ہیں چودہ کروڑ بندہ جو ہے تو گیا لاکھ میں ایک بندہ بھی نہیں ہو سکتا جو اللہ کو یاد کرے اگر چودہ لاکھ بھی ذاکر بن جائیں تو وہ لمحہ انقلاب کا ہوگا تبدیلی کا ہوگا جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔ حق آیا اور باطل بھاگ گیا باطل کا مقدر ہی تباہ ہونا اور بھاگنا ہے نبی علیہ الصلوۃ نے جو لشکر تیار فرمایا جو مٹھی بھر مجاہدین تھے جو صحرائے عرب سے اٹھے لیکن ان کا یہ عالم تھا قرآن فرماتا ہے۔

ثم تلين جلودهم وقلوبهم

ذكر الله ان لوگوں کی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ہر باڈی سیل ذاکر تھا وجود کا ہر ذرہ ذاکر تھا اللہ اللہ کرتا تھا جس پائے کے ذاکر تھے اس پائے کا انقلاب آیا اور ربع صدی میں روئے زمین پر اسلام نافذ ہوگیا آج دو ارب مسلمان ہیں دنیا پر اور اسلام ایک چپے پر بھی نہیں اس لئے کہ دو ارب میں کتنے دل ہیں جو ذاکر ہیں دو ہزار بندے تھے شیشان میں جن میں سے کتنے شہید ہوگئے پورے روس کی طاقت کا مقابلہ کررہے ہیں اس لئے کہ وہ سارے ذاکر ہیں سو نفاذ اسلام کی بنیاد اور بنیادی کوشش اور بنیادی محنت یہ ہے کہ محروم دلوں کو اللہ کے نام کی روشنی سے جگمگایا جائے اللہ کریم مجھے بھی آپ کو بھی ہم سب کو توفیق عطا کرے کہ اہل وطن میں وہ جذبہ پیدا کرسکیں ان کے قلوب یادالٰہی سے منور ہوں برکات نبوی ﷺ نصیب ہوں اور انقلاب اسلامی کی منزل قریب تر ہوجائے۔

ہر مرض کا شافی علاج کیا جاتا ہے

لاثانی دواخانہ

حکیم نورالحق

مطب: نزد چوک جھال خانو آنہ ستیانہ روڈ، فیصل آباد فون 45413

www.naqshbandiaowaisiah.com

باتیں ان کی خوشبو خوشبو

حضرت اللہ یار خانؒ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی اور مجتہد فی التصوف تھے۔ ان کی ایمان افروز باتوں کا یہ مستقل سلسلہ ماہنامہ "المرشد" کے ہر شمارے میں شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے قارئین اور پرانے ساتھی اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائیں گے۔ یاد رہے کہ حضرت اللہ یار خانؒ 1984ء میں دنیا سے پردہ فرما گئے تھے۔

○ فرمایا۔ اسلامی عقائد فقہی جزیات عمال، اخلاق اور عبادات اسلام کا قالب ہیں مگر اس کا قلب اور روح، اخلاص واحسان ہی تصوف اور سلوک ہے۔

○ فرمایا۔ بلاشبہ دین مبین کو الفاظ کی شکل میں منتقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے مگر ان الفاظ میں حقیقی معنی بتانے والی جماعت بھی ساتھ ساتھ سلاً بعد نسل چلتی آئی۔ الفاظ دین کے معنی جو ان حضرات نے سمجھے اس کے مطابق عمل کر کے دکھاتے رہے یہی تعاصل اور توارث ہے جو دین کی روح ہے۔ اس پر حقیقی اعتماد ہی دین کی اصل روح ہے اور اصل دین ہے اور یہی دین ایک طرف چار فقہی مذاہب میں اور دوسری طرف چار روحانی سلسلوں میں محفوظ ہو کر ہم تک پہنچا اہل سنت والجماعت کا مدار نبوت کے ان دو پہلوؤں پر ہے۔

○ فرمایا۔

اگر الفاظ کو معنی پہنانے کے سلسلہ میں آزادی ہو تو وہ دین نہیں بلکہ نفس پرستی ہوگی۔ جہاں تک منقول دین کے الفاظ کے معنی سمجھنے کا تعلق ہے اس کا انحصار تعاصل امت پر ہوگا۔

ایمان

فرمایا۔ ایمان ایک دعوی ہے کسی دعوی کے ثابت ہونے کا مدار اس کے حق میں صحیح شہادت کے ملنے پر ہے اگر شہادت نہ ملے تو دعوی غلط اور مدعی جھوٹا ہے۔

ایمان کے دعوے کے لئے اعضاء جوارح کی شہادت درکار ہے اگر اعضاء وجوارح سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جو اس دعوی کی تصدیق کریں تو دعوی ثابت ورنہ دعوی غلط اور مدعی جھوٹا ہے۔

مراقبہ

فرمایا۔ امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ مراقبہ فنا فی اللہ اور بقاباللہ جب سالک کو راسخ ہو جائے تو وہ یقیناً "ایمان پر مرتا ہے۔

شیخ

فرمایا۔ اللہ والوں سے محبت اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اللہ سے محبت کا سلیقہ سکھاتے ہیں ان حضرات کے پاس ایک ہی مجرب نسخہ ہے کہ وہ بندے کو اللہ کا ذکر کرنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان کی صحبت میں رہ کر جب ذکر کیا جاتا ہے تو لازماً "اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

ذکر کی فضیلت

فرمایا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کچھ لوگ مل کر ذکر کے لئے بیٹھتے ہیں تو ملائکہ انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر چھاجاتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالی ملائکہ میں ان کا ذکر کرتا ہے وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔

○ فرمایا۔

ذاکرین صوفیاء محل نزول انوار و تجلیات باری ہے۔

فرمایا۔

نفس کی صفت غفلت اور شہوت کو مجاہدہ اور ریاضت سے کم کیا جاسکتا ہے ان رذائل کو قلت طعام، قلت کلام، تخلیہ اور تقوی سے کم کیا جاسکتا ہے۔

شیخ کامل کی پہچان

فرمایا۔

1- عالم ربانی ہو کیونکہ جاہل کی بیعت ہی سرے سے حرام ہے۔

2- صحیح العقیدہ۔ کیونکہ فساد عقیدہ اور تصوف سلوک کا آپس میں کوئی تعلق، رشتہ ہی نہیں۔

3- متبع سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ کیونکہ سارے کمالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

مسلمان اور بے عملی

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان 31-3-2000

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم○ والذین اٰمنو و عملو الصلحت وامنوا بمانزل علی محمد وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم○ ذلک بان الذین کفروا اتبعوا الباطل وان الذین امنوا اتبعوا الحق من ربھم کذلک یضرب اللہ للناس امثالھم○ فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فامامنا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا ذلک ولو یشاء اللہ لانتصر منھم ولکن لیبلوا بعضکم ببعض والذین قتلوا فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم○ سیھدیھم ویصلح بالھم○ ویدخلھم الجنہ عرفھا لھم○ یایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم○ والذین کفروا فتعسا لھم واضل اعمالھم ذلک بانھم کرھوا ماانزل اللہ فاحبط اعمالھم○ محمد ۱ تا ۹۔

اسلام کیا ہے اور مسلمانی کسے کہتے ہیں

شاید آج کے اس عہد میں آج کے اس دور میں مسلمانی بھی ایک قوم بن کر رہ گئی ہے جس طرح دنیا میں مختلف اقوام ہیں اور ان کے افراد خواہ وہ کچھ کریں وہ نیک ہوں یا بد ہوں وہ چور ہوں یا شریف ہوں وہ محنت مزدوری کریں یا لوٹ مار کریں اس قوم سے خارج نہیں ہوتے اس قوم کے افراد رہتے ہیں اس طرح کا کوئی تصور ہمارا مسلمانی کا بھی ڈیویلپ ہوگیا ہے اور ہم مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے مسلمان کو ایک قوم سمجھتے ہیں ۔دنیا میں اس وقت کم وبیش دو سو کروڑ کے قریب مسلمان ہیں جبکہ پورے عالم کی آبادی چھ سو کروڑ ہے چھ ارب کے لگ بھگ ہے جس میں ایک تہائی یعنی دو ارب مسلمان قوم ہے بلحاظ قومیت کے مسلمان شاید کوئی الگ چیز ہے اور دین کے اعتبار سے ایک بالکل الگ چیز ہے جب دین کی بات ہوتی ہے یہ چھبیسویں پارے میں سورۃ محمد ہے اس سورۃ میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نام نامی لے کر اسلام اور مسلمانی کی تشریح وضاحت اور تعین فرمائی گئی ہے لیکن عجیب بات ہے کہ بات کفر سے شروع فرمائی ۔اسلام کا فلسفہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے نظریات اپنے ماننے پر اصرار کرتے ہیں اسلام پہلے انکار سے شروع ہوتا ہے اسلام اس چیز کا نام نہیں کہ جو کوتاہیاں جو خباثتیں جو غلاظتیں پڑی ہیں ان پر کوئی سبز چادر ڈال دو یا سبز رنگ لگادو یا سبز پینٹ کر دو اسلام ہوگیا اسلام سب سے پہلے انکار چاہتا ہے آپ کلمہ اسلام دیکھ لیجئے لاالہ کوئی بھی کہیں بھی کسی عالم میں بھی عبادت کے لائق کوئی ہے ہی نہیں ۔سرے سے ہر طرح کا معبودوں کا انکار کردے اس میں کوئی معبودان باطل کی تعین نہیں ہے کسی معبود حق کا اقرار نہیں ہے بلکہ سرے سے نفی ہے کہ کوئی بھی عبادت کے لائق ہی نہیں ہے اب جب میدان صاف ہوگیا تو اب کہو الااللہ کہ ایک اللہ ہے۔ یہ درست نہیں ہے کہ اللہ عبادت کے لائق ہے کچھ اور بھی ہیں یہ اسلام نہیں ہے۔ اللہ بڑا ہے لیکن کچھ اس سے چھوٹے بھی ہیں یہ اسلام نہیں ہے کفر ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے صرف ایک اللہ ہے یعنی پہلے نفی کرو جو قصور جو کوتاہیاں جو نظریاتی غلاظتیں ہیں یا اعمال کی خباثتیں ہیں ان سب کا انکار کرو ان سب سے توبہ کرو ان سب سے رجوع کرو ان سب کو چھوڑ دو پھر اقرار کرو اللہ کا اور اس کے دین کا اور اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

کے حبیب ﷺ کی نبوت کا۔ یہاں بھی یہی رویہ اپنایا۔

پہلے شروع کیا ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ کو اللہ کے دین کو اللہ کے حبیب ﷺ کو آپ ﷺ کے ارشادات کو تسلیم نہیں کیا فرمایا الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا کافر ہوئے اور پھر اللہ کی راہ سے روکتے بھی ہیں یعنی یہ کفر کی خاصیت ہے کہ کوئی بھی کافر اکیلا کفر میں مبتلا نہیں رہتا ہمیشہ دوسروں کے لئے بھی دین کی راہ روکنے والا ثابت ہوتا ہے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اضل اعمالھم ان کے کسی بھی عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے یعنی ان کی زندگی سراپا جرم ہے ان کا ہر سانس سراپا جرم ہے ان کا سارا کردار جرم ہے ان سے کسی بھلائی کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی والذین امنوا وعلموا الصلحت مگر جو لوگ ایمان لاتے ہیں اب کفر کی خاصیت کیا ہے جو کفر کرتا ہے وہ اللہ کی راہ سے روکتا ہے یعنی کفر کی یہ خاصیت ہے کہ ہر کافر صرف خود کافر نہیں رہے گا بلکہ دوسروں کو بھی کافر بنانے کی محنت کرتا رہے گا دوسروں کو بھی حق قبول کرنے سے روکنے کا سبب بنتا رہے گا اس طرح ایمان کی خاصیت یہ ہے کہ جو بھی ایمان لاتا ہے اس کے اعمال سدھر جاتے ہیں وہ اتباع کرلیتا ہے نبی کریم ﷺ کا یعنی ایمان کی خاصیت یہ ہے کہ مومن اتباع کرلیتا ہے رسول اللہ ﷺ کا عمل صالح کیا ہے عمل کی صلاحیت کا معیار کیا ہے دنیا میں محمد رسول ﷺ جو کام کرنے کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے جو کام حضور ﷺ نے کیا جو کام حضور ﷺ نے ہوتا ہوا دیکھ کر پسند فرمایا منع نہیں فرمایا جس کام کا تذکرہ بارگاہ نبوی ﷺ میں ہوا اور اس سے آپ ﷺ نے روکا نہیں جس کام کو وہاں شرف قبولیت مل گیا وہ عمل صالح ہے جسے حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا وہ صالح نہیں ہے تو فرمایا ایمان کی خصوصیت یہ ہے والذین امنوا وعملوا الصلحت جو ایمان لاتے ہیں اور وہ عمل صالح کرتے ہیں یعنی ایمان ایک کیفیت ہے ایک حالت ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں بڑا غصے میں ہے غصہ ایک کیفیت ہے ہم کہتے ہیں یہ بندہ بڑا دکھی ہے وہ رو رہا ہے یا اپنے دکھ بیان کررہا ہوتا ہے یا ٹھنڈی سانسیں بھر رہا ہوتا ہے یا کوئی کیفیت دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ یہ بندہ دکھی ہے ہم کسی کے لئے کہتے ہیں یہ بڑا خوش ہے بھئی وہ ہنس رہا ہوتا ہے اچھی باتیں کررہا ہوتا ہے خوشی اس کے چہرے سے اس کی حرکات سے عیاں ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں یہ خوش ہے اس طرح فرمایا جس کے اعمال سنت کے مطابق ہوجاتے ہیں وہ مسلمان ہے یعنی مسلمانی ایک کیفیت ہے ایک حالت ہے جو بندے پہ وارد ہوتی ہے جس طرح غصہ وارد ہوتا ہے جس طرح دکھ وارد ہوتا ہے جس طرح خوشی وارد ہوتی ہے اس طرح مسلمانی بھی ایک کیفیت ہے جو بندے پر وارد ہوتی ہے اور وہ کیفیت یہ ہے کہ اس کے اعمال اپنے نبی کی سنت میں ڈھل جاتے ہیں ایمان کس چیز کا نام ہے امنوا بما نزل علی محمد اس بات کو من وعن قبول کرلینا جو نازل ہوئی ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر اور پھر ساتھ گواہی دیتا ہے پروردگار عالم وھو الحق من ربھم وہ لوگوں کے پروردگار کی طرف سے حق ہے اس میں کسی شے کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو اسے مان لیتے ہیں کفر عنھم سیاتھم ان سے اگر کوتاہیاں ہو جائیں گی بحیثیت انسان غلطی ہوگئی سستی ہوگئی خلوص میں کمی رہ گئی عمل کی ادائیگی میں کسی کمزوری کی وجہ سے کوئی کمی رہ گئی تو وہ کوتاہیاں قابل درگذر ہیں لیکن وہ اپنا دل تو نچھاور کرے وہ قبول کرے تو وہ اتباع کے لئے اپنا خلوص اپنا زور لگادے اپنی محنت تو کرے اپنی کوشش تو کرے پھر اگر ان سے کوئی کوتاہی رہ گئی تو فرمایا کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم ان کی کوتاہیاں معاف کردوں گا اور ان کی حالت سدھار دوں گا

ذلک بان الذین کفروا اتبعوا الباطل یہ سب اس لئے ہے کہ کافر جو ہوتا ہے وہ باطل کی پیروی کرتا ہے کفر صرف کہہ دینے کا نام نہیں ہے کفر اس کے کردار سے اس کے اعمال سے دنیا میں وہ کس طرح جیتا ہے لوگوں سے وہ کس طرح سلوک کرتا ہے اپنے آپ سے کس طرح کرتا ہے وہ کس طرح جیتا ہے لوگوں سے وہ کس طرح سلوک کرتا ہے اپنے آپ سے کس طرح

کرتا ہے کماتا ہے کس طرح سے ہے خرچ کس طرح سے کرتا ہے یہ ساری باتیں زندگی کرنے کی جو ہیں ان میں وہ باطل کی پیروی کرتا ہے والذین امنوا اتبعوا الحق من ربھم اور جو مومن ہوتا ہے وہ اس حق کی پیروی کرتا ہے جو اس کے پروردگار نے اتارا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا کذلک یضرب اللہ للناس امثالھم○ فرمایا اللہ نے لوگوں کے لئے بات مثالوں کے ساتھ کھول کر واضح کر دی ہر بندہ اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے کہ وہ کتنا اسلام میں ہے اور کتنا حصہ اس کا اسلام سے باہر ہے کتنی سوچ اس کی اور کتنا کردار اس کا اسلام کے اندر ہے اور کتنا دھڑکتا وجود کتنا کردار کتنے افکار اس کے اسلام سے باہر ہیں اس لئے دوسری جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے

یایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافتہ سارے کے سارے اسلام میں داخل ہو جاؤ اب آگے بات آتی ہے عجیب کہ جناب ہم کیسے مانیں رسول اللہ ﷺ کے دین کو ہم بلاسودی معیشت کیسے چلائیں کہ دنیا پہ تو کافروں کا غلبہ ہے اور کافروں کی معیشت تو سودی ہے ہمیں ان کے ساتھ زندہ رہنا ہے ہم کیسے اسلامی لباس پہنیں کہ دنیا میں تو کافر کا لباس مقبول ترین ہے اور اسی کی عزت ہے ہم کیسے خرید و فروخت اپنے انداز سے کریں جبکہ دنیا میں تو جو اصول کافروں نے بنائے ہیں جو مارکیٹ کے لئے قواعد و ضوابط ان کے ہیں ان پہ بات چلتی ہے وہ تو ہماری امداد بند کر دیں گے ہماری ایر لائن گراؤنڈ کر دیں گے ہم پہ پابندیاں لگا دیں گے ہماری امپورٹ ایکسپورٹ پہ پابندی لگ جائے گی تو یہ تو مشکل ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے اللہ کریم بڑی بے نیازی سے فرماتے ہیں کہ میں نے تمہیں کب کہا ہے کہ کافروں کو چچا کا بھائی بنا کر رکھو تمہیں کس نے کہا کہ کافروں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلو اسلام ضد ہے کفر کی اگر کافر تمہارا راستہ روکتے ہیں کسی بھی طرح سے

فاذا لقیتم الذین کفر وافضرب الرقاب اگر کافروں سے ٹکراؤ آجاتا ہے فضرب الرقاب تو ان کی گردنیں اڑا دو اور کیا چاہتے ہو فرمایا اللہ نے تمہیں یہ نہیں کہا کہ مسلمانی یہ نہیں ہے کہ بل کلنٹن کی منتیں کر کے زندہ رہو نہ یہ اسلام ہے کہ روس سے خیرات مانگو نہ یہ اسلام ہے کہ ہندوستان سے دوستی کی بھیک مانگو یہ کوئی اسلام نہیں ہے اسلام تو سیدھی سیدھی بات ہے کہ اتباع کرو اور محمد رسول اللہ ﷺ کا کرو اب اس راستے میں اگر کوئی کافر تم سے تعاون کرتا ہے معاملات میں اخلاقیات میں حدود کے اندر رہتا ہے تمہارے دین سے متصادم نہیں ہوتا تو انسانی حقوق اس کے بھی ہیں اس سے اخلاق سے پیش آؤ اس کی عزت کرو لیکن اس حد تک کہ وہ آپ کے دین پر اثر انداز نہ ہو جب آپ کے دینی طرز حیات میں آپ کے معاملات میں آپ کی عبادات میں رکاوٹ بنتا ہے ٹکراؤ آتا ہے تو فرمایا وہاں بھڑ جاؤ پھر مقابلہ کرو فضرب الرقاب اڑا دو گردنیں ان کی حتی اثخنتموھم فشدوا الوثاق جب تک لڑتے ہیں ان کی گردنیں اڑا دو اور بھاگنے لگیں تو انہیں قیدی بنا لو فامامنا بعد واما فداء" پھر چاہے فدیہ لے کر آزاد کر دو چاہے ان پر احسان کر کے آزاد کر دو لیکن تب حتی تضع الحرب اوزارھا جب وہ لڑائی سے باز آجائیں تو جب وہ تمہاری دینی طرز حیات میں رکاوٹ بننے سے رک جائیں جب وہ تمہارے دین پر عمل کے راستے میں روڑے نہ اٹکائیں تو چھوڑ دو ٹھیک ہے رہیں اس دنیا میں اللہ کو انہوں نے حساب دینا ہے لیکن یہ مسلمانی نہیں ہے کہ تم ان کے تابع ہو کر رہو اور ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھو اور انہیں ناراض نہ کرنا پڑ جائے وہ خفا نہ ہو جائیں یہ مسلمانی نہیں ہے

ولو یشاء اللہ لا نتصر منھم ولکن لیبلوا بعضکم ببعض اللہ اگر چاہتا تو کافروں پر کوئی بیماری بھیج دیتا اللہ اگر چاہتا تو کافروں کا سانس روک دیتا اللہ اگر چاہتا کسی اور طرح سے انہیں ہلاک کر دیتا لیکن کافروں کو اگر اللہ ہلاک کر دیتا تو تمہاری مسلمانی کا اندازہ کیسے ہوتا اس لئے اس نے یہ چاہا کہ تم یہ ثابت کرو کہ تمہیں اگر زندہ رہنا ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں رہنا ہے ورنہ جان دے دو گے تم مرجاؤ گے تم سر میدان ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤ گے لیکن کفر کی غلامی قبول نہیں کرو گے جس طرح افغانوں نے نہیں کی جس طرح شیشان کے جانباز چند ہزار نفوس ایک لاکھ کی دنیا کی بہترین مسلح

افواج سے ٹکرائے ہوئے ہیں اور رات دن برستی آگ میں سینہ سپر ہیں یہ مسلمانی ہے ثابت کرو کہ تمہارا ایک اپنا طرز حیات ہے اور تم اس کی رکھوالی کرنا جانتے ہو اور تم اس کے مطابق جینا چاہتے ہو اور اگر اس طرح جی نہیں سکتے تو اپنی اس ادا پہ مرتو سکتے ہو اور اگر تم مر ہی گئے تو کیا فرق پڑے گا فرمایا۔

والذین قتلو فی سبیل اللہ فلن یضل اعمالھم اگر تم جان ہار گئے اگر تم مارے گئے اگر تم قتل ہوگئے تو اللہ تمہارے قتل ہونے کا بدلہ چکا دے گا تمہارا قتل ضائع نہیں جائے گا رائیگاں نہیں جائے گا تم کوئی اپنی جان مفت میں گنوا نہیں رہے بلکہ اللہ کے دین کے لئے اللہ کے نبی ﷺ کے اتباع کے لئے کر رہے ہو اللہ اس کا جزا اتنا دے گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے سیھدیھم ویصلح بالھم اور جو لوگ شہید ہونا جانتے ہیں جو لوگ جان دینا جانتے ہیں جو لوگ قربان ہونا جانتے ہیں اللہ انہیں ہدایت بھی نصیب فرماتا ہے اور ان کے حالات بھی سدھار دیتا ہے وہ کسی کے محتاج کسی غیر اسلامی نظام کا انہیں نہیں رہنے دیتا۔

ویدخلھم الجنتہ عرفھالھم اور انہیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی باتیں انہیں سنا رکھی ہیں جس کی پہچان انہیں عطا کر رکھی ہے اور بڑی عجیب بات ارشاد فرمائی دنیا میں انسان کو پیدا کرکے نیک وبد سمجھا کر اسے اختیار دے دیا ہے کہ وہ فیصلہ کیا کرتا ہے اس راستے پر چلنا چاہتا ہے یا اس پہ اب اگر بندہ یہ چاہے کہ میرا فیصلہ بھی اللہ ہی کرے تو پھر حساب کتاب کس بات کا ذمہ داری کس بات کی دنیا میں آنے کی پھر کیا ضرورت تھی تو پھر وہ اسے وہیں رکھ لیتا تو فرمایا بات ہے سادہ سی۔

یایھاالذین امنوا اب وہ ان بندوں سے بات کررہا ہے جو اپنے مومن ہونے کا دعوی رکھتے ہیں جو اللہ کا حکم ماننے کا دعوی رکھتے ہیں جو اللہ کی نبی ﷺ اور جو کچھ نبی ﷺ پر نازل ہوا اس کے ماننے کا دعوی کرتے ہیں خود کو مومن کہلواتے ہیں فرمایا یایھاالذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم سیدھی سی بات ہے کہ تم اللہ کے بندے بنوگے تو اللہ تمہارا بن جائے گا اگر تم اللہ کے نہیں بنو گے تو اللہ کو بھی کوئی تمہاری ضرورت نہیں محتاج تم ہو ضرورمند تم ہو اللہ نہیں ہے اسے تمہاری احتیاج ہے ان تنصروا اللہ ینصرکم تم اللہ کے بنوگے اللہ تمہارا بن جائے گا ویثبت اقدامکم تمہیں وہ جرات دے دے گا کہ تم ایک جہان کا منہ پھیر کے رکھ دو گے۔

والذین کفروا فتعسالھم واضل اعمالھم جو لوگ کافر ہیں ان کا تو مقدر تباہی ہے کفر سے ڈرنا تو اس لئے فضول ہے کہ کفر کا انجام ہلاکت ہے کافر کو تو بہرحال تباہ ہونا ہے اور کافر کی ساری کوششیں ضائع جانے والی ہیں

ذلک بانھم کرھوما انزل اللہ اس لئے کہ انہوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا اس سے کراہت کی نفرت کی جو اللہ نے نازل کی تھی اسے بھلا نہیں سمجھا۔

فاحبط اعمالھم○ اللہ نے ان کی تمام کوششیں ضائع کردیں

کافر کو تو تباہ ہونا ہے تباہی اس کا مقدر ہے لیکن اگر تم مسلمان کہلواتے ہوئے کافر سے پناہ چاہو گے تو تمہارے حصے میں بھی تباہی آجائے گی۔

اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کے ہوجاؤ کسی پر زیادتی نہ کرو لیکن اگر کفر یا کافرانہ نظام یا کافرانہ طاقتیں اتباع حق کی راہ میں رکاوٹ آئیں اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں تو پھر مومن کے لئے زندگی اسلام کے ساتھ ہے اور اگر زندگی ممکن نہیں تو پھر اسے مرنا اسلام پر ہے اور مرنے والے کا جو اجر عنداللہ ہے وہ الگ ہے وہ جو کسی نے ایک مصرعہ کہا تھا

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

وہی بات یہاں قرآن حکیم میں ارشاد ہوئی ہے کہ جو مرنا جانتے ہیں ان کے حالات کی اصلاح بھی میں کردیتا ہوں انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق بھی عطا کردیتا ہوں۔

تو میرے بھائی مسلمانی دعوے کا نام نہیں ہے قومی مسلمان ہونا کوئی مسلمانی نہیں ہے مسلمانی ایک کیفیت ہے جس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ مان لو جو محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور بلا چون وچرا مان لو بلا حیل وحجت مان لو اور اس ماننے کے راستے میں جو رکاوٹ آئے اسے نوک شمشیر سے اڑادو یا اپنی جان ہار دو کیونکہ یہ دنیا چند روزہ ہے اور اس میں سب کو جانا ہے جو شہید ہوجاتے ہیں جو جانیں نچھاور

www.naqshbandiaowaisiah.com

کر دیتے ہیں انہیں بھی دنیا سے سفر کرنا ہی تھا اس دن نہ سہی چند دن بعد سہی اور جو چھپ کر جیتے ہیں مرنا انہیں بھی ہوتا ہے۔

ان الموت الذی تفرون منه فانه ملقیکم ولو کنتم فی بروج مشیدۃ۝ وہ موت جس سے دنیا بھاگتی ہے وہ تمہیں تلاش کر رہی ہے خواہ تم خود کو بڑے مضبوط قلعوں میں بند کر لو اس سے بھاگ کوئی نہیں سکتا لہٰذا اسلام اس کیفیت کا نام ہے کہ زندہ رہو تو حق کے اتباع کے ساتھ اور اتباع اگر مشکل ہو جائے اس میں کفر رکاوٹ ڈالے تو پھر کفر سے مقابلہ کرو اور کیسی عجیب بات ہے کہ چند نفوس قدسیہ صحرائے عرب سے اٹھے جن کے پاس مال واسباب دنیا نہیں تھا خزانے نہیں تھے دولتیں تھیں وہ اس اصول پر ڈٹ گئے کہ رہیں گے تو اسلام کے ساتھ۔ پوری دنیا کا معاشی نظام سودی تھا عرب سمیت پوری دنیا میں ظلم جبر بدکاری شراب نوشی بت پرستی سارے جرائم عام تھے ان چند نفوس قدسیہ ایک صحرا کی گود میں بیٹھے ہیں بھلا وہ کیسے قیصر و کسریٰ سے ٹکرا سکتے ہیں وہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ ہم ایرانین ایمپائر کا تختہ الٹ دیں یا ہم قیصر کو شکست دے دیں یہ سوچنا بھی محال ہے لیکن انہوں نے یہ طے کر لیا کہ ہم رہیں گے توان اصولوں کے ساتھ جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیئے ہیں نہیں کوئی اگر ہمیں چلنے دے گا تو مٹ جائیں گے جب وہ مٹنے پہ آ گئے تو کوئی انہیں مٹا نہیں سکا انہوں نے دنیا سے باطل نظام کو مٹا دیا دنیا کے معاشی نظام کو تبدیل کر دیا دنیا کے سیاسی نظام کو تبدیل کر دیا دنیا کی حکومتوں کے نقشے تبدیل کر دیئے ممالک کی سرحدیں تبدیل کر دیں کوئی صحرا و دریا کوئی پہاڑ ان کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکا اسے کہتے ہیں نصرت الٰہی لیکن یہ تب نصیب ہوتی ہے کہ اگر تم اللہ کے ہو جاؤ اللہ تمہارا ہو جائے گا اللہ کے ہو گئے تھے اللہ ان کا ہو گیا۔ ہم یہ سوچتے ہیں کہ پہلے اللہ کافروں کو مارے پھر ہم مسلمانی پہ عمل کریں گے وہ فرماتا ہے اگر میں نے ہی مارنے ہیں تو میں تو انہیں ہلاک کر ہی دوں گا ہلاکت ان کا مقدر ہے لیکن تمہاری مسلمانی بھی ثابت نہیں ہوتی تم خود کو کیسے مسلمان ثابت کرو گے تم ان کا مقابلہ کرو کافرانہ نظام معیشت کا مقابلہ کرو کافرانہ نظام سیاست کا مقابلہ کرو کافرانہ عدالتیں جو بنی ہیں عدلیہ کا نظام کافرانہ ہے کتنی عجیب بات ہے نصف صدی ہو گئی اسلامی ریاست بنے عدلیہ کا نظام وہی ہے جو کافروں نے ایجاد کیا معیشت کا نظام وہی کافرانہ ہے سیاسی نظام وہی کافرانہ ہے نظام تعلیم وہی ہے جو انگریز دے کر گیا تھا نظام تعلیم تک کو اسلامائز نہیں کیا گیا کون سی مسلمانی اور کون مسلمان اور کیسا مسلمان۔ ہمیں تو مسلمانی چاہئے اپنے دعویٰ اسلام سے اللہ کریم احساس و شعور اور آگہی دے اپنا محاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے کم از کم بندہ اپنے ایک وجود کو تو ڈھونڈ نکالے کہ میں کہاں ہوں جو خود کو بھی تلاش نہیں کر سکا اس نے دنیا میں کیا کیا روزی کمائی بچے پالے گھر بنایا مر گیا تو یہ کام تو ایک چڑیا ایک کوا ایک گیدڑ بھی کر لیتا ہے بچے پیدا کر لیتا ہے انہیں پالتا ہے گھر بناتا ہے مر جاتا ہے یہ حیوانی زندگی ہر حیوان گذارتا ہے اور یہ فطری اصول ہے اس میں نہ آپ کا کوئی کمال ہے نہ میرا نہ کسی اور کا۔ کمال صرف یہ ہے کہ اپنے آپ کو حق پہ ثابت کر کے زندہ رہے اور حق کے ساتھ جائے۔

اللہ کریم توفیق عطا فرمائے۔

سرکار نامدار ﷺ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

حضرت قاسمؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت ابراہیمؓ، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت ام کلثومؓ

سوائے حضرت ابراہیمؓ کے حضورؐ کی یہ تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ حضرت ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہؓ کو مصر کے بادشاہ مقوقس نے حضورؐ کے پاس ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا اور یہ حضورؐ کی ام ولد بن گئی تھیں۔

حضور ﷺ کے تینوں صاحبزادے بچپن ہی میں خدا کو پیارے ہوئے۔ البتہ سب صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور پروان چڑھیں۔

حضرت زینبؓ کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا جو ہجرت کے بعد مدینہ آ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کے گھر کی زینت بنیں۔ اور حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے سوا کسے سے اولاد کا سلسلہ نہ چلا۔ حضرت فاطمہؓ کے دو صاحبزادے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ پیدا ہوئیں گلشن نبوت کے دونوں تو نہالوں اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بہت سے گل بوٹے کھلے اور سرکار نامدارؐ کی جسمانی اولاد کا سلسلہ پھیلا۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

اسرارالتنزیل

امیر محمد اکرم اعوان نہ صرف اعلیٰ پائے کے لیڈر، شاعر، سکالر ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مفسر قرآن کا اعزاز بخشا ہے۔ اور حیران کن بات یہ ہے کہ آپ نے تفسیر رمضان شریف میں ہی شروع کی اور رمضان میں ہی ختم ہوئی۔ ہر سال کے رمضان المبارک میں لکھتے رہے بعد الرمضان کوشش کے باوجود لکھنا ممکن نہ ہو سکا۔ اسرارالتنزیل ایک ایسی تفسیر قرآن ہے جس کو پڑھ کر قرآن پاک کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ جس کے اصل مسودے میں حضرت جی کے قلم سے ایک بھی غلطی کی درستگی نہیں ہے۔ اور من وعن اسی طرح شائع ہوئی ہے تفسیر میں پانی کی سی روانی اور شہد کی مٹھاس ہے جو پڑھنے والے کے دل کو موہ لیتی ہے تحریر آسان اور سادہ الفاظ میں ہے۔ اسرارالتنزیل 10 جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

اللہ جل شانہ نے انسانی مزاج اور انسان کی کوتاہ نظری کا ذکر فرمایا ہے اپنا ایک قانون ارشاد فرمایا ہے کہ خلق ساری اس کی مرزوق ہے اور وہ خود رازق ہے جس طرح جنس کے تقسیم کرنے میں بیٹا یا بیٹی بنانے میں جس طرح قدرت کے تقسیم کرنے میں تفاوت ہے جس طرح جسمانی قوت شکل، صحت یہ سب چیزیں اس نے اپنی مرضی سے اپنی پسند سے تمام مخلوق میں بانٹی ہیں کسی کے پاس زیادہ ہیں کسی کے پاس اس سے کم ہے اس طرح فرمایا دینوی رزق بھی اس طرح تقسیم کردیا۔

اللہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر کسی کو اس نے زیادہ عطا فرمایا ہے اور کسی کو اس سے کم تر عطا فرمادیا ہے اس میں کسی کی ذات کا کوئی کمال نہیں ہے کسی کی خوش بختی کو اس میں دخل نہیں ہے کہ اس کے پاس رزق زیادہ ہے اس لئے وہ خوش بخت ہے یا کسی کے پاس دنیا کی دولت کم ہے اس لئے وہ کم نصیب ہے یہ بات نہیں ہے بلکہ مختلف نعمتیں ہیں اور انہیں اللہ کریم نے تمام افراد میں مختلف انداز سے تقسیم فرمایا ہے اور جس سے وہ خود ہی بخوبی واقف ہے۔

نظام عالم میں جس طرح جمادات میں، حیوانات میں، چھوٹے بڑے پھول دینے والا ہے کوئی۔ کوئی پھل دار ہے۔ کسی کا صرف سایہ ہے۔ کوئی لکڑی جلانے کے لئے کام آتی ہے اور کوئی درخت عمارتی لکڑی دیتا ہے۔ کوئی پہاڑ صرف پتھر دیتا ہے کسی سے صرف مٹی ملتی ہے کسی سے پانی کے چشمے جاری ہیں اس طرح افراد انسانی میں بھی مختلف اوصاف کو تقسیم فرمادیا ہے۔

کسی کے پاس دولت ہے کسی کے پاس صحت زیادہ ہے کسی کے پاس علم زیادہ ہے کسی کو کوئی وصف، کسی کو کوئی وصف عطا فرمایا لیکن انسان چونکہ دنیا میں رزق پر زیادہ فریفتہ ہوتا ہے تو فراخی رزق نے بھی اسے مصیبت میں مبتلا کردیا' اور ایک طرح کا جسے آپ غرور کہہ سکتے ہیں اس کے دل میں پیدا کردیا ہے کہ شاید میں کوئی بہت بڑی ہستی ہوں۔ میری بہت بڑی حیثیت ہے دوسروں سے میں دانا تر ہوں کہ میرے پاس رزق زیادہ ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں دنیاوی رزق جو ہے آخرت کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے وما الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا متاع' اخروی زندگی جو ہے وہ دینوی زندگی کے اعتبار سے بہت طویل بہت لمبی اور نہ ختم ہونے والی ہے۔ اب اس کے مقابلے میں آپ دنیا کے پچاس ساٹھ سالوں کو رکھ کر دیکھیں ان کی کیا حیثیت بنتی ہے اخروی زندگی جو ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے وہ ہمیشہ قائم رہے گی، ابدالاباد رہے گی۔ اب اس طویل مسافت کے سامنے دنیا کے پچاس ساٹھ سال کا ہونا نہ ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا اتنی بھی حیثیت نہیں بنتی دنیاوی زندگی کی جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرے کی۔

اسی طرح دنیاوی مال واسباب کی بھی حیثیت اور دینوی رزق کی حیثیت بھی ایسے ہی بنتی ہے اخروی زندگی کے مقابلے میں۔

اگر کوئی آخرت سے محروم رہا اور دنیا کے رزق پر نازاں رہا تو اس جیسا کوئی بدنصیب

www.naqshbandiaowaisiah.com

نہیں _ہاں دنیاوی رزق جائز وسائل سے حاصل ہو اور اس سے انسان آخرت کو خریدے آخرت کو بنائے ۔اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرے۔تو یہ تب ہی کر سکتا ہے جب اس کی نگاہ آخرت پر بھی ہو۔اگر اس کی نگاہ محدود ہو'محض دنیا پر ہو تو یہ ایسی مصیبت ہے کہ آخرت اور اخروی زندگی 'انجام کار'حشر و نشر'حساب کتاب ان سب چیزوں کا سراغ ملتا ہے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وسلم کی ذات گرامی سے پہلے بھی اگر اس موضوع پر لب کشائی فرمائی ہے تو محض اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے۔انبیاء کے علاوہ دنیا میں کیمیادان بھی ہوئے ہیں سائنس دان بھی ہوئے ہیں 'مورخ بھی ہوئے ہیں 'بڑے بڑے دانشور اور تجزیہ نگار بھی ہوئے ہیں ۔انسانی ابدان کے ماہر حکیم و ڈاکٹر ہر طرح کے لوگ ہوئے ہیں لیکن اخروی زندگی کے بارے اللہ جل شانہ کی ذات صفات کے متعلق صحیح خبر اگر دی ہے تو صرف انبیاء علیہم الصلوۃ نے۔

اور یہ اتنا ضروری موضوع ہے کہ جہاں تک انسانی تاریخ کا پتہ چلتا ہے انسان کبھی بھی اس ضرورت سے غافل نہیں رہا۔ہر دور میں ہر بستی میں ہر قریے میں یا ہر اس ویرانے میں جہاں کوئی انسان بستا ہو جن لوگوں نے صرف پتوں سے جسم ڈھانپ کر زندگی بسر کی ہے مذہب کے نام پر انہوں نے بھی کسی نہ کسی رسم کو کسی طریقے سے اپنایا ہے یعنی یہ مزاج انسانی میں ہے کہ اس کا کوئی مذہب ہونا چاہئے اور یہ انسانیت کی ایسی عالمگیر ضرورت ہے جس سے انسان کو انکار نہیں۔

اتنی اہم ضرورت جس کا احساس ہر انسان کو ہوا ہے دنیا میں آنے والے ہر شخص کو ہوا ہے ۔آپ افریقہ کے ان وحشی لوگوں کو دیکھیں جو آدم خور تھے اور کہیں کہیں آج بھی ملتے ہیں ان کے نشان ان کا بھی ایک مذہب ہے ایک طریقہ ہے جنگلوں میں رہنے بسنے والے غیر مہذب لوگ انہوں نے بھی مذہب کے نام پر کچھ طریقے کچھ رسومات ایجاد کر رکھے ہیں انہوں نے بھی کسی کو معبود بنا رکھا ہے کسی کی پوجا کرتے ہیں 'کسی کی عبادت کرتے ہیں خواہ وہ پتھر ہو'خواہ جانور ہو'خواہ کوئی سانپ اور اژدہا ہو کوئی درخت ہو'کوئی پہاڑ ہو'کوئی دریا ہو کسی نہ کسی شے کو۔

یعنی مذہب کی ضرورت انسان کے مزاج میں داخل ہے۔تخلیقی طور پر اور اس سے متعلق ہمیشہ خبر دی ہے انبیاء علیہم الصلوۃ نے۔

تمام نبی مثالی انسان ہوا کرتے تھے ' لوگ ان کی بات سنتے تھے انبیاء علیہم الصلوۃ کا علم 'ان کے اخلاق 'ان کے مزاج 'ان کا رہنا سہنا'ان کے معاشرے کے ساتھ تعلقات 'یہ سب مثالی ہوا کرتے تھے اس لئے دوسرے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے ورنہ عام آدمی کی کوئی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔

پھر تمام انبیاء علیہم الصلوۃ میں حضور نبی کریم صلی اللہ وعلیہ وسلم کو سالار قافلہ اور امام الانبیاء کی حیثیت حاصل ہے۔تو جتنے کمال کسی انسان میں ہو سکتے ہیں ہر وہ کمال جو انسانیت پا سکتی ہے وہ تمام کر دیا گیا آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی وعلیہ وسلم کی ذات پر۔خواہ وہ حسن قامت ہو'خواہ وہ حسن سیرت ہو'خواہ وہ حسن صورت ہو 'خواہ وہ بات علم کی ہو'عمل کی ہو'تعلقات کی ہو'تہذیب کی ہو کسی پہلو سے کسی طرف سے آئیں تو ایک ایسی ہستی جس کا خود وجود اس کی نبوت پر شاہد ہو'جس کا اٹھنا بیٹھنا ملنا اور بات کرنا اس بات کا گواہ ہو کہ یہ اللہ کا نبی اور رسول ہے۔

قران کریم نے جہاں اور متعدد شہادتیں بیان فرمائی ہیں آپؐ کی نبوت پر آپؐ کے معجزات اللہ جل شانہ کی ذاتی گواہی اس سب کے ساتھ بہت بڑی دلیل خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عمر کو جو آپؐ نے اہل مکہ میں بسر فرمائی تھی ارشاد فرمایا کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ عمر کا ایک حصہ نہیں بسر کیا۔

تو یہ جو دینوی اندھا پن ہوتا ہے جب آدمی محض مادی زندگی اور مادی راحتوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں جس شخص کے معجزات دائمی اور ابدی ہیں۔

تمام انبیاء کے معجزات وقتی تھے اس لئے کہ ان کے شرائع ایک عمر لے کر آئے تھے ایک حد لے کر آئے تھے یہ شریعتیں بعض دفعہ قوموں تک محدود تھیں 'علاقوں تک محدود تھیں 'افراد محدود تھے۔پھر نئی شریعت آگئی اسی طرح ان کے معجزات جو تھے ان کی بھی عمر ان کی شریعت کے مطابق تھی ۔اب ہمیں موسیٰ علیہ السلام کا عصا نہیں ملتا کہ ہم کہیں سے اٹھالائیں پتھر پہ ماریں اور پانی نکل آئے دریا پہ ماریں اور وہ راستہ دے دے وہ

اسی وقت کیلئے تھا۔

لیکن آقائے نامدار صلی اللہ وعلیہ وسلم کے معجزات ابدی اور دائمی ہیں چونکہ آپ کی شریعت ہمیشہ کے لئے ہے مثلاً" ہرنبی کی کتاب معجزہ تھی کیونکہ آسمانی صحیفہ تھا۔ لیکن ان کا جو وقت معین تھا اسی وقت کے لئے وہ قائم تھے پھر وہ نہ رہے حتی کہ اب وہ اصل کتابیں ناپید ہیں، نہیں ملتیں، تحریف ہو چکی ہیں حضور اکرم صلی وعلیہ وسلم کا یہی ایک زندہ معجزہ دیکھ لیں کہ دنیا میں واحد کتاب ہے جسے کتاب اللہ کے طور پر حضور صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا جس سے صدیوں کی مسافت بھی کہیں سے چھیڑ نہیں سکی کوئی زیر زبر، لفظ کوئی شے اس میں سے تبدیل نہیں کر سکا۔ ورنہ دنیا میں کوئی کتاب اپنے متن کے ساتھ محفوظ نہیں رہتی آپ چھوٹے چھوٹے رسائل اور کتابوں کو دیکھیں ان میں کتنی تبدیلیاں آگئیں اصل نسخے نہیں ملتے تو جس شخص کا اٹھنا بیٹھنا خود وجود مسعود ایک سراپا معجزہ ہو جس کی ذات بھی آپ دیکھتے ہیں اس سے بڑا معجزہ کیا ہوگا کہ پوری انسانیت تباہی کی طرف صرف رواں دواں نہیں تھی بلکہ سرپٹ دوڑ رہی تھی۔

جب حضور صلی اللہ وعلیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو کہیں امن و آبرو کا نام نہیں تھا۔ حکومتیں تھیں، ممالک تھے فوجیں تھیں لیکن تباہی انسان کا مقدر بن چکی تھی پوری دنیا جب ایک طرف بھاگ رہی تھی کفر شرک، ظلم جور کے اندھیروں میں اللہ کے ایک بندے نے اسے نہ صرف روکا بلکہ اسے پلٹ کر عظمتوں اور بلندیوں کی طرف رواں کر دیا۔ اس بات کا کہنا آسان ہے کرنا صرف محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا ہے کہ ایک اکیلا شخص ایک ایسے دور میں جس میں کہ مادی سہولتیں نہیں ہیں رسل ورسائل نہیں ہیں کوئی ذرائع آمدورفت، کوئی مشین کوئی موٹر نہیں ہے کوئی ریڈیو ٹیلی ویژن کوئی ذرائع ابلاغ نہیں ہیں ایک شخص کی بات دنیا پر پھیل جائے کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کوئی مادی قوت نہیں ہے۔ کوئی حکومت نہیں ہے کوئی خزانہ نہیں ہے، کوئی مملکت نہیں ہے کوئی بڑی فوج نہیں ہے۔

ایک شخص اللہ کا ایک بندہ تن تنہا ایک ویرانے اور صحرا میں کھڑا ہو کر ساری انسانیت کو آواز دیتا ہے اور حد یہ ہے کہ پوری انسانیت پلٹ کر اس راہ پر چل نکلتی ہے۔

اتنے بڑے معجزات باہرہ اور قاہرہ دلائل دیکھ کر اس کے باوجود فرمایا دنیا دار اتنا اندھا ہوتا ہے ویقول الذین کفروالولا انزل علیہ ایات من ربہ اس سب کے باوجود پھر کافر یہ کہتا ہے کہ اگر یہ اللہ کا برحق نبی ہے تو اس پر خدا کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوتی۔

یعنی یہ مادی اندھاپن ہوتا ہے آپ دیکھتے ہیں اندھے پن کی قسمیں ہوتی ہیں بعض لوگوں کو دن کو نظر آتا ہے جیسے سورج غروب ہو جائے انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا اسی طرح کافر دنیا دار جو ہوتا ہے اسے جہاں سے دنیا ملتی ہو وہ دروازہ نظر آتا ہے جہاں کوئی دینوی فائدہ لالچ نہ ہو اسے وہ بات وہ شخص، وہ دروازہ، وہ گھر نظر نہیں آتا حتی کہ وہ اتنا اندھا ہوتا ہے کہ اسے کمالات نبوی بھی نظر نہ آئیں۔

اور اس سب کے باوجود وہ کہنے لگا کہ اللہ کا رسول ہے تو پھر خدا کی طرف سے اس پر کوئی بہت بڑی دلیل یا نشانی نازل کیوں نہیں ہوتی۔

ایک ایک قدم کو دیکھیں، مکے میں رہ کر نزول قرآن کی آیات کو من وعن پیش کرنا ایک اسی صورت کو دیکھ لیں کہ مکہ مکرمہ میں رہ کر یہ سورۃ سنا دینا۔

تبت یدابی لھب وتب مااغنی عنہ مالہ وماکسب.....نارا".....مسدیہ کسی کو جرات نہ تھی بجز محمد رسول اللہ صلی وعلیہ وسلم کے۔ کہ ابی لہب کو جو روساء مکہ میں تھا ان الفاظ سے مخاطب کرتا اور پھر یہ الفاظ گلی گلی بچے بچے کی زبان پر پھیلے کوئی ایمان لایا یا نہ لایا یہ آیات سن کر اس نے ضرور دہرائیں اور ابولہب کو بھی جا کر بتایا کہ تیرے بارے آج یہ کہا گیا ہے تو کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ کتنا طوفان بپا ہوا مکہ میں۔ کتنی کوششیں کفر کی صرف ہو گئیں اس آواز کو ختم کرنے کیلئے صدیاں بیت گئیں بڑے بڑے کافر گذر گئے۔ لیکن یہ آواز یہ آیات اپنی اصلی صورت میں اسی طرح گونج رہی ہیں۔

حرم مکہ کے باہر کھڑا ہو کر اگر انسان دیکھے، حیرت ہوتی ہے کہ اتنا بڑا معبد روئے زمین پر کسی مذہب اور کسی قوم کے پاس نہیں ہے اور جس آواز کو دبانے کے لئے سارے مشرکین مکہ نے پورا زور صرف کر دیا بدستور

www.naqshbandiaowaisiah.com

اس دن سے لے کر آج تک فضا میں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بلندی کے ساتھ گونجتی ہے۔

اشھدان لا الہ الااللّٰہ و اشھدان محمداً عبدہ ورسولہ

ان کے آثار مٹ گئے نشان مٹ گئے مکان چلے گئے امارت گئی ریاست گئی۔ کفر مٹتا مٹتا مٹ گیا حتیٰ کہ کفار کا داخلہ ہی رب کریم نے اس شہر میں منع فرما دیا لیکن وہ آواز بدستور آج بھی اسی طرح گونج رہی ہے۔

آپ اسی بات سے اندازہ کرلیں کہ چند خستہ حال اور بے سروسامان لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اہل مکہ کی سختیوں سے جب ان پر ظلم وجور کی انتہا ہو گئی تو اللہ نے انہیں ہجرت کا حکم دیا کہ مہاجر بنے ہوئے چھپ چھپ کر گھروں سے نکل رہے ہیں عجیب بات تو یہ ہے کہ شہر سے نکلنا اور شہر چھوڑ کر کہیں اور جانا وہ ان کے لئے مشکل ہے کافر اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔

انہیں کو جب حکم ہوتا ہے کہ اب تمہارے لئے اجازت ہے۔اذن کہ کفار کے ساتھ مقابلہ کرو تو اسی بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ سے نکل کھڑے ہوتے ہیں نہ اسلحہ ہے نہ سواریاں ہیں نہ تعداد ہے اور نہ افرادی قوت ہے اور اہل مکہ اپنی ایک چنی ہوئی فوج لے کر چنے ہوئے بہادر جانباز اور جوان لے کر بدر میں آتے ہیں تو وہ بے سروسامان ان کے پرخچے اڑا دیتے ہیں اس سے بڑا معجزہ دنیا میں کہیں نظر آتا ہے؟

یہ ساری باتیں دیکھ کر سارے عرب کا کفر اُمڈ کر آجاتا ہے اور اڑتالیس چالیس دن ٹکریں مار مار کر۔چھوٹی سی بستی ہے مدینہ منورہ کی جس میں نہ رسد ہے نہ اسلحہ ہے اور نہ کافی فوج ہے اڑھائی تین ہزار کی آبادی ہے اور یہود بھی کوشش کرتے ہیں تمام تر اور سارے مشرکین عرب بھی کوشش کرتے ہیں اور ڈیڑھ مہینے تک طویل محاصرہ کھینچ کھینچ کر ذلیل ہو کر خوار ہو کر واپس چلے جاتے ہیں کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔

ان سب باتوں کو دیکھنے کے بعد کافر کہتا ہے کہ خدا اس پر کوئی نشانی نازل کیوں نہیں کرتا یعنی وہ حقائق جو حضور صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ان کو پانے کیلئے سب سے پہلے آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم ہی کو نہ سمجھ سکا تو آپؐ کے ارشادات کو کب سمجھے گا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میرے حبیب ان سے کہہ دے کہ اس میں تمہارا قصور نہیں ہے تمہارا قصور اور ہے اور وہ ہے انابت الٰہی کا نہ ہونا۔اصل خطا جو ہے وہ اس جگہ ہے کہ تمہارے دلوں میں انابت الٰہی ہے ہی نہیں۔اور خدا کا قاعدہ یہ ہے قد ان اللّٰہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب اللہ کریم جسے چاہے ہدایت سے دور رکھے اور ہدایت تو وہ دیتا اسی کو ہے جس کے دل میں انابت آجائے یعنی تمنا ہدایت کی اور خواہش ہدایت کی اور آرزو پیدا کرنا یہ انسان کا کام ہے کہ اس کے دل میں طلب پیدا ہو جائے اور اس کو ہدایت نصیب کرنا یہ اللہ کا کام ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ کسی کے دل میں طلب پیدا ہو جائے تو اللہ کریم اسے ایسے لوگوں کے پاس پہنچا دیتا ہے جو اللہ کے بندے ہوتے ہیں جو اللہ کا راستہ بتاتے ہیں۔

اور یہ جو ہم شکوہ کرتے ہیں کہ کہاں جائیں دنیا میں ہر جگہ ہر بھیس میں ٹھگ ہیں علماء کے بھیس میں بھی ٹھگ ہیں تو کوئی انسان کہاں جائے تو یہ شکوہ بے جا ہے جب لوگوں نے خدا ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرلیا نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرلیا تو ولایت تو اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی اگر کوئی ولایت کا جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تو اس پر تعجب کی کیا بات ہے۔اصل بات یہ ہے کہ ہم کیوں جھوٹوں کے پاس جاتے ہیں اس لئے کہ ہمارے دل میں بھی طلب صادق نہیں ہوتی جہاں طلب صادق ہو جہاں انابت ہو اسے ہدایت نصیب کرنا یہ اللہ کا کام ہے اور جہاں خلوص نہیں ہو گا تو وہ اگر کسی اہل اللہ کے پاس پہنچا بھی بیٹھا بھی رہا تو ہمیشہ کے لئے نہیں رہ سکتا۔چونکہ انسان کی طرف سے صرف اور صرف ایک ہی سرمایہ لگتا ہے جیسے آپ دکان پر جائیں تو دکاندار کے پاس تو بے شمار اشیاء ہوتی ہیں لیکن خریدار اور گاہک کے پاس صرف روپیہ ہوتا ہے اسی روپے میں کپڑا بھی خرید سکتا ہے جوتا بھی خرید سکتا ہے عینکیں بھی خرید سکتا ہے اسی ایک روپے سے۔اس کے پاس صرف ایک جنس ہوتی ہے گاہک کے پاس۔ایسے ہی اس دنیا کے بازار میں ہمارے پاس سرمایہ ہے 'ہماری طلب اور انابت' کوئی خالی ہاتھ جائے تو اسے کیا

ملتاہے؟ کچھ نہیں ملتا جب انابت ہی نہ ہوگی تو اسے کچھ نہ ملے گا دھکے ہی کھائے گا دھوکا بازوں کے پاس ہی جائے گا جھوٹا دعوی کرنے والے تو دھوکہ باز ہیں ہی۔ جو لوگ ان کے پاس عمر بھر ذلیل ہوتے ہیں وہ بھی مخلص نہیں ہیں جہاں بھی خلوص ہو گا اسے خداوند عالم ضائع نہیں فرماتے بلکہ یہ وعدہ ہے۔ ویھدی الیہ من اناب جہاں انابت ہو اسے اللہ کریم ہدایت فرمادیتے ہیں اور جب ہدایت فرمادیتے ہیں تو ہدایت یافتہ لوگ کون ہوتے ہیں۔

الذین امنو و تطمئن القلوبھم بذکر اللہ جنہیں یقین کامل نصیب ہوجائے گا ہدایت یافتہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔

ایمان کیا ہے؟ ٹھوس اور مستحکم یقین جس میں ریب کی کوئی گنجائش نہ ہو اور وہ یقین جو دل میں اللہ کی یاد پیدا کردے۔

ذات باری کو عرش میں، آسمانوں میں جنگلوں میں صحراؤں میں تلاش نہ کرنا پڑے بلکہ ہر لحہ ہر آن اس کی تجلیات کو اپنے سینے میں، اپنے گوشہ دل میں موجود پائے اس کا نام ایمان ہے۔

فرمایا وہ لوگ جنہیں ہدایت نصیب ہوتی ہے وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ انہیں ایمان کامل، پورا یقین کامل اعتماد حاصل ہوتا ہے اور ان کے دل میں اللہ رچ بس جاتا ہے

تطمئن القلوبھم بذکر اللہ

ذکر نسیان کی ضد ہے، بھولنے کی ضد ہے یعنی یاد ایسی یاد کہ ہر دھڑکن میں اللہ کی یاد رچی بسی ہو، اور اس یاد کے ساتھ ان کے دل مطمئن اور

پھر فرمایا یہ قانون بھی ہے یاد رکھیں کہ بذکر اللہ تطمئن القلوب، اطمینان قلب کا کوئی دوسرا نسخہ رب کریم نے بنایا ہی نہیں جس طرح پانی پینے سے پیاس مرتی ہے، کھانا کھانے سے بھوک مرتی ہے اسی طرح جب اللہ کی یاد دل میں آجائے تو دل کو قرار آتا ہے ورنہ ساری عمر دولت بھی ہو شہرت بھی ہو حکومت بھی ہو انسان کا دل کانٹوں پر لوٹتا رہتا ہے کبھی دل مطمئن نہیں ہوتا آپ کسی کو بھی دیکھ لیں سوائے اہل اللہ کے دنیا میں کوئی شخص مطمئن نظر نہیں آتا۔

ایک شخص گذرا بستی کے باہر کوئی شخص بیٹھا تھا اس کے پاس لباس نام کی کوئی چیز نہ تھی لنگوٹی سی پہن رکھی تھی جب لباس ہی نہیں تھا تو گھر گھاٹ کا ہونا کیا معنی رکھتا ہے اور اس سب کے ساتھ اسے جذام کا مرض بھی تھا کوڑھ کے زخم رس رہے تھے وجود پر، اور بیٹھا ہوا وظیفہ کر رہا تھا الحمد اللہ، استغفر اللہ، الحمد اللہ استغفر اللہ پڑھ رہا تھا تو وہ شخص اس کے پاس رک گیا اسے کہنے لگا تیرے پاس صحت سے لے کر مال تک مجھے کوئی شے نظر نہیں آتی تو کس بات پر الحمد اللہ پڑھ رہا ہے وہ کہنے لگا اس آبادی کی طرف دیکھ تجھے کوئی اور ایسا شخص نظر آتا ہے جو اللہ کو یاد کر رہا ہے ان سب کو چھوڑ کر جب اس نے میرے دل کو اپنی یاد سے آباد کردیا ہے تو اور کیا چاہئے کتنی بڑی دولت دی ہے اس نے مجھے کہ اتنی مخلوق میں سے مجھے توفیق عطا کردی ہے۔

میرے دل کو اپنی یاد سے آباد کردیا ہے اور دنیا تو

چند روز کا کھیل ہے بیماری تو عارضی ہے جن کے پاس صحت ہے وہ بھی لمحاتی بات ہے یہ بیت جائے گی لیکن جو نور جو بات جو لذت اس نے میرے دل میں بھر دی ہے اسے قیامت تک کوئی زلزلہ بھی مٹا نہیں سکتا۔

تو فرمایا یاد رکھئے ہمیشہ دنیا میں اطمینان دل کو اگر نصیب ہو گا تو اللہ کی یاد سے اور وہ لوگ جنہیں یاد الٰہی نصیب ہوا نہیں ایمان کامل اور عمل صالح نصیب ہوتا ہے یہ اس کی دلیل ہے اس کے ساتھ لازم وملزوم ہے اگر کوئی کہتا ہے میرا دل ذاکر ہے اور اتباع شریعت نہیں کرتا تو جھوٹ بولتا ہے فرمایا قلب ذاکر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حضورؐ کی اتباع کے بغیر نہیں رہ سکتا اس کی ضرورت بن جاتی ہے اور ایسے لوگوں کے لئے اللہ کریم فرماتے ہیں طوبیٰ لھم و حسن ماٰب مبارک ہو ایسے لوگوں کی زندگی بھی، موت بھی مابعد الموت بھی اور بہترین انجام انہیں لوگوں کے لئے ہے و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

نکل کر خانقاہوں سے

تحریر۔ جنرل (ر) حمید گل

اس سال 13 اپریل کو مجھے سلطان باہو کے عرس پر تنظیم العارفین کے زیراہتمام بین الاقوامی جہاد کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا۔ یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ سلطان العارفین کے پیروکاروں کی ایک کثیر تعداد عرس کی تقریبات کے ساتھ ساتھ بڑے جوش و خروش سے جہاد کانفرنس میں بھی شریک ہو رہی تھی۔ مقررین اور سامعین کا جذبہ دیدنی تھا۔ ہر شخص شوق جہاد سے سرشار تھا شرکائے اجتماع پر دعوت جہاد کا اس قدر اثر ہوا کہ وہیں جہاد پر جانے والوں کی فہرستیں مرتب ہونے لگیں۔ میرے خیال میں یہ ایک لحاظ سے تاریخ ساز واقعہ تھا کہ 49-1948ء کے بعد بریلوی مکتب فکر سے منسلک افراد پہلی بار جہاد فی سبیل اللہ کا ایک خانقاہ سے اعلان کر رہے تھے اگرچہ انفرادی طور پر وہ جہاد افغانستان میں بھی شریک رہے اور البرق نامی تنظیم کی جہاد کشمیر میں خدمات گراں قدر ہیں اور انہوں نے قائداعظم کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے 48ء کی جنگ کشمیر میں دامے، درمے، سخنے اور قدمے شرکت کی تھی۔ قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ کہا تو ملک کے ہر طبقے کی طرح انہوں نے بھی شہ رگ کی آزادی کے لئے ممکنہ حد تک جدوجہد کی تھی تاہم جہاد کشمیر کے رواں مرحلے میں پاکستان کے بریلوی مسلک کی اکثریت کا جہاد سے الگ تھلگ رہنا باعث تشویش تھا۔

ادھر اولیاء اللہ اور مشائخ کی سرزمین مقبوضہ کشمیر کا ہر بچہ اس جہاد میں شریک ہے۔ شاہ ہمدان کو کشمیر کے روحانی قائد کا مرتبہ حاصل ہے پاکستان میں شاہ ہمدان کے عقیدت مندان کی تحریک سے کیسے الگ تھلگ رہ سکتے تے شاہ ہمدان کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا۔ نقشبندیوں کا داغستان اور چیچنیا کے جہاد آزادی میں تاریخی کردار رہا ہے۔ آج ان کے وارث چیچنیا میں جہاد کی ایک درخشاں تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ پاکستان میں درباروں اور مزاروں پر روحانی تربیت کا اہتمام ہوتا ہے کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے بارے میں یہ تصور کر لینا کہ جہاد سے ان کو کوئی رغبت نہیں درست نہیں۔ تاہم بعض وجوہ کی بنا پر وہ جہاد کشمیر اور جہاد افغانستان میں اس قدر کردار ادا نہ کر سکے جس قدر دیوبندی' یا اہل حدیث مسلک کے لوگوں نے کیا' لیکن اب خانقاہیں بیدار ہو رہی ہیں۔ اس سے پوری قوم میں وحدت فکر و عمل پیدا ہو گی۔ علماء و مشائخ کسی تحریک میں شامل ہو جائیں تو وہ کامیاب ہو کر رہتی ہے۔ خود قیام پاکستان کا خواب بھی اسی وقت شرمندہ تعبیر ہوا جب پیر جماعت علی شاہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے اکابرین اس میں شریک ہوئے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کشمیر کی آزادی جہاد سے مشروط ہے اور جہاد کی کامیاب پیش رفت کے لئے لازم ہے کہ علماء کے تمام مسالک اور مکاتب فکر اس میں شامل ہوں، کسی قسم کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں۔ جنوبی لبنان سے اسرائیل کی 22 سال بعد پسپائی اور چیچنیا میں روسی طاقت کے سفاکانہ استعمال کے باوجود مجاہدین کی کامیابیاں ظلم اور جارحیت کے خلاف جہاد کی افادیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مسلم لیگ کے بانی حضرت قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ ان کا ہی فرمان تھا کہ ہم کشمیر کی آزادی کیلئے جنگلوں، پہاڑوں، وادیوں اور دریاؤں میں جنگ لڑیں گے۔ پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو نے بھی کشمیر کے لئے بھارت سے ہزار سال تک لڑنے کا کہا تھا' اسی وجہ سے انہیں بے پناہ مقبولیت ملی، لیکن دوران اقتدار مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی نے جہاد سے عملاً'' کنارہ کشی اختیار کر لی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کا حال ہی میں بیان آیا ہے کہ اگر لشکر طیبہ اور حرکت المجاہدین کو ہتھیار دے دئے جاتے ہیں تو ہمیں کیوں نہیں دیئے جاتے۔ انہیں بھلا کس نے اپنے

لوگوں کو جہادی تربیت دینے سے روکا تھا۔ محترمہ کلثوم نواز بھی جہاد کشمیر کا شوقیہ جہاد کا طعنہ دے چکی ہیں لہٰذا اب واضح ہوگیا ہے کہ معروف سیاستدانوں کو کشمیر کی آزادی سے کوئی غرض نہ تھی -وہ کشمیر کا نام اپنے مفادات کی خاطر استعمال کرتے تھے انہیں تو نظریہ پاکستان کے نظریے 'سلامتی اور بقاء سے بھی کوئی غرض نہیں۔اب مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا یہ فرض ہے کہ وہ از خود قربانی اور ایثار کی راہ پر چلیں۔جن لوگوں نے قیام پاکستان کے لئے جہاد کیا' انہیں تکمیل پاکستان کی جدوجہد میں بھی شریک ہونا چاہئے۔وقت بتائے گا کہ جہاد سے منہ موڑنے والی کوئی سیاسی یا دینی جماعت عروج حاصل نہ کرپائے گی -ضروری ہے کہ قومی جماعتوں کی شناخت جہاد کشمیر کے حوالے سے ہو اور بالخصوص خانقاہی نظام بیدار ہو کر میدان میں نکلے۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دل گیری

مفاد پرستی اور بے جہتی کے اس دور میں مجاہدین امید کی شمعیں روشن کر رہے ہیں وہ تمام لوگ بے نقاب ہو چکے ہیں جو قوم کے مفادات کو فروخت اور اس کی خود مختاری کے سودے کرتے ہیں -اور خزانہ لوٹ کر اپنی تجوریاں بھرتے رہے ہیں -دوسری طرف وہ بے غرض اور بے ریا محب وطن ہیں جو بلامعاوضہ اللہ اور پاکستان کے لئے اپنی جانیں قربان کرتے رہے ہیں۔ان کی سوچ جہادی ہے وہ لوگ جن کے بدنوں سے انگریز نے روح جہاد نکال دی تھی ان کا دور اب ختم ہو چکا ہے۔

جہاد عزیمت 'غیرت اور خودداری کا راستہ ہے' یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں -اگر ایسا ہوتا تو ہمارے انگریزی سکولوں کے طلبہ کا بھی جہاد میں شریک ہوتے لیکن چوری کھانے والے مجنوں اس عظمت اور سعادت سے محروم ہیں۔ہمارا ایک مخصوص مراعات یافتہ طبقہ جہاد سے خوف دلانے کی کوشش کررہا ہے حالانکہ ان کو خود اپنے اعمال سے خوفزدہ ہونا چاہئے۔ جس طرح چمگادڑیں اندھیرے میں روشنی سے خوفزدہ ہو جاتی ہیں اسی طرح یہ لوگ جہاد اور مجاہدین سے خوفزدہ ہیں۔ مجاہدین تو اس قوم کے شمس و قمر ہیں جن کے دم سے اندھیرے چھٹ رہے ہیں-

متحد"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں' ر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کر کے رہے گا"(توبہ-32)

مجاہدین کون ہیں؟....یہ غریب خاندانوں کے غیور اور باحمیت نوجوان ہیں جہاد کشمیر میں شریک یہ نوجوان تعلیم یافتہ اور باشعور تو ہیں لیکن ان کی اکثریت کا تعلق غریب خاندانوں اور زیادہ تر ان علاقوں سے ہے جہاں آج بھی جاگیردارانہ نظام اپنی تمام تر برائیوں کے ساتھ موجود ہے - مثلاً جنوبی پنجاب سے جہادی شعاعیں زیادہ پھوٹ رہی ہیں اور اب تو دیہی سندھ سے بھی مجاہدین شامل ہو رہے ہیں اس کا مطلب ہے جہاد پسے ہوئے طبقات کو بلندی اور عزت کے مقام پر فائز کر رہا ہے وہ لوگ جو صدیوں سے معاشرتی مرتبے' عزت نفس اور مادی ترقی سے محروم تھے' اب شوق جہاد سے عزت پا رہے ہیں' ان کے جنازوں میں ہزاروں افراد شریک ہوتے ہیں۔اتنے لوگ کسی سیاست دان' جاگیردار اور بیوروکریٹ کے جنازے پر دکھائی نہیں دیتے -غریب خاندان اپنے مقدر پر خوشیاں مناتے ہیں جہاد ان کے سماجی رتبے کی بلندی کا ذریعہ بن رہا ہے -دوسری طرف جہاد غیر محسوس طور پر قوم کی اخلاقی خامیوں کو بھی درست کر رہا ہے' یہ ایک بہت بڑا انقلاب ہے....زبردست سماجی تبدیلی۔جو معاشرے کو بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتی ہے -خانقاہی نظام نے اس تبدیلی کو قبول کرلیا ہے اور تبلیغی جماعت کو بھی اس کا ساتھ دینا ہوگا.... تبلیغی نوجوان بھی جہاد کی راہ میں اتر رہے ہیں آئندہ جو بھی جماعت جہاد سے روگردانی کرے گی' محدود ہو کر رہ جائے گی یہ تاریخ کا فیصلہ ہے۔اس کی مزاحمت عبث ہے۔جہاد مخالف طبقہ رفتہ رفتہ الگ ہو کر رہ جائے گا ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی سوچ سے رجوع کریں -اور یہ باور کرلیں کہ وہ لاشعوری طور پر ملک سے بے وفائی کر رہے ہیں' وہ ناگزیر سماجی تبدیلی کی راہ میں حائل ہو کر اپنا ہی نقصان کریں گے۔اس وقت وہ پاک فوج کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ فوج کے فطری مخالف ہیں۔وہ یہ نہ بھولیں کہ پاک فوج دنیا کی سب سے بڑی جہادی تنظیم ہے جس کا موٹو ہی ایمان تقویٰ اور

جہاد فی سبیل اللہ ہے اور جس نے حال ہی میں کارگل کے معرکے میں ایک ایسا جذبہ دکھایا کہ نہ صرف ملک کے اندر استعماری طبقے کی نیندیں حرام ہوگئیں بلکہ ہندوستان اور اقوام العرب کے اندر بھی تہلکہ مچ گیا۔یہ جذبہ ایک نئی سحر کے پیدا ہونے کی کھلی علامت ہے۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذاں سے پیدا

قوم کا شبستان وجود لرز رہا ہے بندہ مومن بیدار ہو چکا ہے یہ احیائے اسلام کی عالم گیر تحریک کی وہ موجیں ہیں جو اسلامی معاشرے کے صدیوں سے ٹھہرے ہوئے سمندر میں طوفان برپا کر رہی ہیں۔مجھے یقین ہے کہ خانقاہوں سے بھی روایت شکن اور عہد ساز نوجوان اٹھیں گے جو مجاہد اور مجاور کا فرق مٹا دیں گے۔میری آرزو ہے کہ علماء اور مشائخ مل کر اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں یہ غنیمت ہے کہ سنی جہاد کونسل معرض وجود میں آچکی ہے اور تنظیم العارفین اپنا جہادی سفر شروع کر چکی ہے۔

کشمیر کی آزادی کی تحریک اور جہاد فی سبیل اللہ لازم و ملزوم ہیں کوئی جہاد کو دہشت گردی کہتا ہے تو کہتا رہے،ہم اسے ترک نہیں کر سکتے۔جہاد ہمارا عقیدہ بھی ہے اور نظریہ بھی،ایمان وایقان اور عبادت بھی،ہماری قوم میں جہاد سے دوری نے بے حسی کی بیماری پیدا کردی تھی۔قربانی کے جذبہ سے دوری نے ہماری تمدن کو متعفن جوہڑ بنادیا تھا۔مجاہدین اس گندے تالاب میں کنول کے خوبصورت پھول کی طرح کھل اٹھے ہیں امت کے نیم مردہ بدن کے اندر ایک دل کی مانند دھڑکتے لگے ہیں یہی ہماری امید ہے،ہمیں ان کی حفاظت کرنی ہے۔قوم کو زندہ رکھنے کی واحد صورت یہی ہے کہ جذبہ جہاد عام ہو یہ جذبہ جتنا قومی ہوگا قوم اتنی ہی توانا ہوتی چلی جائے گی یہ جذبہ صرف آزادی کشمیر کے لئے ہی نہیں بلکہ معاشرے کی اصلاح کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے

جہاد" منافقت خود غرضی اور ہوس پرستی کی ضد ہے یہ قومی کردار کی تعمیر نو کا ذریعہ بنے گا۔

وہ لوگ جن کو جہاد کشمیر میں علمی اعتبار سے کوئی کجی یا کمی نظر آتی ہے وہ اس زاویے سے کیوں نہیں دیکھتے کہ پاکستان کے وجود کے لئے کشمیر کی آزادی کتنی ضروری ہے اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق کشمیریوں کو مسلح جدوجہد کی اجازت ہے۔آزاد کشمیر اور پاکستان کو اس کی پشتیبانی کا حق حاصل ہے۔اس میں معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے خوشی ہے کہ موجودہ حکومت اس مسئلے پر یکسو ہے۔دشمن قوتیں جہاد سے اس قدر خائف ہیں کہ جہاد کا خاتمہ ان کی پہلی ترجیح بن گیا ہے۔اس میں ہمارے سیکولر عناصر بھی ان کے ساتھ ہیں جہاد پانچ صدیوں کے بعد زندہ ہوا ہے اس کو زندہ رکھنا اور وسعت دینا ہماری بقاء کے لئے ناگزیر ہے۔ہمیں اس عظیم سرمائے کو بچانا ہوگا۔انشاء اللہ (بشکریہ روزنامہ پاکستان)

www.naqshbandiaowaisiah.com

من الظلمت الی النور

حکیم محمد صادق ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھتے ہیں سلسلہ عالیہ کے شروع کے چند لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت اللہ یار خانؒ کے بہت قریبی خدمتگار رہے۔ صاحب حال بزرگ ہیں۔ سلسلہ عالیہ میں صاحب مجاز ہیں۔ یہ ایک مستقل سلسلہ مضامین ہے' پرانے ساتھیوں سے گذارش ہے کہ وہ اپنے حالات لکھ کر بھجوائیں۔

حکیم محمد صادق
صاحب مجاز ڈویژن فیصل آباد

جب ذرا ہوش سنبھالا۔ میٹرک کا امتحان اسلامیہ ہائی سکول جھنگ سے 1954ء میں پاس کیا۔ تو اعلیٰ تعلیم کے لئے ہربونس پورہ لاہور چلا گیا۔ 1959ء میں انجمن حمایت اسلام طبیہ کالج سے حکیم حاذق کا کورس کیا اس کے بعد جلد ہی بندہ کی شادی قریبی گاؤں سلامت پورہ میں کردی گئی۔ شادی کے بعد اپنی رہائش سلامت پورہ میں رکھ لی۔ سلامت پورہ میں حکمت کی پریکٹس شروع کردی۔ دن جوانی کی سرمستیوں میں گذر رہے تھے شیو کرانا' بالوں کی تراش خراش ،نغموں کی جھنکار میں زندگی بس اسی انداز سے گزر رہی تھی۔۔ ہمارے گاؤں میں بریلویوں کی چھ مساجد تھیں۔ گاؤں میں ایک شخص مولوی فضل حسین صاحب جو کہ پانچ وقت کا نمازی تھا۔ روزانہ مجھے نماز کی دعوت دیتا -ذکر کی دعوت دیتا۔ ہم آوارہ پنچھیوں کا جھرمٹ ان کو وہابی قرار دیتا ان کی بات ہماری مجلس کے لوگ نہ سنتے تھے کافی عرصہ تک مولوی فضل حسین مجھے دعوت دیتا رہا آخر ایک دن میں نے سوچا کہ چلو اس بندے کی بات سن لیتے ہیں مانا یا نہ مانا تو اپنے بس کی بات ہے بندہ شام کو نماز پڑھنے گیا نماز کے بعد مولوی فضل حسین صاحب نے ذکر کے بارے بتایا۔ میں نے سوچا کہ اس میں کوئی بھی وہابی والی بات نہیں ذکر کیا اور پھر واپس آگیا۔ معمول کے مطابق گانوں کی کیسٹ سننے لگا تو دل نہ مانا ٹیپ ریکارڈ بند کیا اور پھر آرام کیا صبح بہت جلدی اٹھ گیا ابھی اذانیں ہو رہی تھیں دل میں کسک پیدا ہوئی کہ جلدی جلدی مسجد میں جاؤں مسجد میں گیا نماز ادا کی۔ اور نماز پابندی کے ساتھ ادا کرنے لگا اذان کا منتظر رہتا تھا کہ کب اذان ہو اور مسجد کا رخ کروں اس سے پہلے مسجد کی شکل بھی نہ دیکھی تھی۔ یہ ذکر کا کمال تھا۔ پھر بندہ مولوی فضل حسین کے ساتھ اللہ اللہ کرنے لگ گیا اللہ نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے اللہ اللہ کرنے سخت نفرت ہوگئی کئی پینٹ کوٹ ضائع ہو گئے۔ اللہ اللہ کرنے کی اللہ نے استطاعت عطا کردی - مولوی فضل حسین صاحب نے حضرت اللہ یار خانؒ صاحب کو بذریعہ خط میرے جماعت میں آنے کی اطلاع کر دی ہوئی تھی۔ وہ توجہ فرماتے تھے اس طرح گاہے بگاہے میں حضرت جی کو خط لکھ کر توجہ فرمانے اور دعا کے لئے عرض کرتا اور ان کی دعاؤں سے الحمد اللہ' اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنے کرم کے دروازے کھول دیئے۔ روزانہ ذکر کرتے پھر ایک دن ذکر کر رہے تھے تو روشنیاں نظر آنے لگ گئیں یہ سلسلہ بڑھتا گیا حتی کہ ایک دن مولوی فضل حسین نے مراقبہ سیر کعبہ کرادیا میں نے واضح طور پر خانہ کعبہ میں بے شمار مخلوق کو چکر لگاتے دیکھا۔ مولوی فضل حسین صاحب پوچھنے لگے کہ کعبہ کا دروازہ کہاں ہے میں نے دیکھا اور بتایا تو کہنے لگے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ مراقبہ میں ہی دروازے کو ہاتھ لگانے کی کوشش کرتا مگر دروازہ قد سے قدرے اونچا تھا خیر بہت مشکل سے ایڑیاں اٹھا کر ہاتھ لگایا۔ فضل حسین صاحب نے سارا حال دریافت کیا بندہ نے بتایا اس سے قبل میں نے کعبہ کو نہ حقیقی دنیا اور نہ تصوراتی دنیا میں دیکھا تھا جبکہ فضل صاحب نے حج کیا ہوا تھا۔ آپ نے مسجد نبوی تک مراقبات کروادیئے اور ساتھ ہی میری ہر نقل حرکت ،مراقبات ،مشاہدات و مکاشفات سب حضرت جی کو بذریعہ خط بتاتے تھے۔ اور حضرت جی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح میں روزانہ کئی سال تک اجتماعی ذکر کرتا رہا اور تہجد باقاعدگی سے پڑھتا رہا جھوٹ فریب اور فضول گپ شپ سے نفرت ہوگئی' روحانی طور پر حضرت جی سے ملاقات ہوتی اور وہ رہنمائی فرماتے حضرت جی کی توجہ اور سلسلہ عالیہ کی برکات سے مشاہدات و مکاشفات خوب صاف ہوگئے۔ حضرت اللہ یار خانؒ سے بذریعہ خط مسلسل رابطہ رہتا اور ہمیشہ دعا کے لئے

www.naqshbandiaowaisiah.com

درخواست کرتا اور میرے لئے دعائیں کرتے تھے۔

1964ء میں حضرت جی نے خط لکھا کہ حکیم صاحب کو ساتھ لے کر چکوال آؤ میں وہاں ہوں گا ہم پہنچ گئے وہ مسجد مولوی سلیمان کی تھی شام کو ہم 15-16 ساتھی بیٹھے تھے اسی دوران حضرت مولانا اللہ یار خان نے فرمایا حکیم محمد صادق -میں متوجہ ہوا تو فرمانے لگے کہ تیار رہو آج رات تمہاری روحانی بیعت کروانی ہے حضرت جی کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر ایک کا پورا نام لے کر مخاطب فرماتے تھے سلیمان صاحب مجاز بنے تھے وہاں پر عشاء کی نماز کے بعد حضرت جی نے میری روحانی بیعت کروائی۔ روحانی بیعت سے مراد نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنا ہے۔ یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد کوئی اس نعمت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ خدا کروڑوں رحمتیں فرمائے اپنے اس بندے پر جس کے فیض سے اور وساطت سے یہ نعمت مجھ بے کس کو حاصل ہوئی۔ اس نعمت کے حصول کے لئے بندے کو شریعت کے سامنے ایسے ہونا پڑتا ہے جیسے غسال کے ہاتھ میں میت۔ یہ منزل بہت مجاہدات کے بعد حاصل ہوئی۔ بہت ہی پر کیف منظر تھا۔ آپ نے میری روحانی بیعت کروائی۔ مسجد نبوی کا نظارہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے مصافحہ کیا تو سفید نورانی ہاتھ تھے قریب ہی حضرت ابوبکر صدیق تھے ان سے مصافحہ کیا ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھے تھے ان سے مصافحہ کیا مراقبہ میں حضرت جی نے فرمایا کہ نبی کریمؐ کے سامنے ہو جاؤ تو آپ ﷺ نے مجھے روحانی طور پر قرآن پاک اور جھنڈا انعام دیا۔ صبح حضرت جی نے تمام حال دریافت کیا اور فرمایا کہ بتلاؤ چہرے کا کیا عالم تھا۔ میں نے کہا کہ میں بہت خوفزدہ تھا اتنی جرات ہی نہ ہوئی کہ مکمل عکاسی کر سکوں۔ ہم نے وہاں پر دو راتیں گذاریں حضرت جی مجھے اپنے قریب بٹھاتے -اس کے بعد حضرت جی راجہ محمد یوسف صاحب کے پاس ڈھلوال آ گئے۔ میں اور فضل حسین صاحب بھی ساتھ تھے۔

میرے مشاہدات و مکاشفات بہت صاف ہو گئے اور اس سلسلہ میں حضرت اللہ یار خانؒ میرے شیخ میری برابر رہنمائی فرماتے رہے مجاہدات کا ہو جانا ایک بڑا انعام ہے لیکن ان کو سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے ایک کامل شیخ سے وابستگی اور رہنمائی ضروری ہے مجھے باری تعالیٰ نے یہ نعمت عطا کر رکھی تھی۔ وہاں پر عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں چونکہ ضلع جھنگ کا باسی تھا وہاں ڈھلوال بیٹھے میرے ذہن میں خیال آیا کہ ہمارے علاقہ میں حضرت سلطان باہوؒ کا بہت چرچا ہے میں یہی باتیں سوچ رہا تھا کہ حضرت جی نے فرمایا کہ حضرت سلطان باہوؒ کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ نہیں تب حضرت جی نے فرمایا کہ میرے قلب پر خیال کرو میں نے دیکھا کہ حضرت جی کے قلب سے ایک ستارہ سا ٹوٹا اس کے پیچھے ایک نورانی لائن بن گئی۔ یہاں تک کہ حضرت سلطان باہو کے ہاں حاضری کا شرف حاصل ہوا میں نے دیکھا کہ خوبصورت قالین پر تکیہ لگائے تشریف فرما ہیں سفید رنگ کی تیز روشنی، سادہ لباس سر پر ٹوپی اوڑھے مسکرا کر میرے سلام کا جواب دیا۔ حضرت اللہ یار خانؒ نے فرمایا کہ میرا سلام بھی کہیں میں نے سلام کیا تو حضرت جی کا نام آتے ہی کھڑے ہو گئے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔

اس دن حضرت جی کی عظمت میرے سامنے کھل کر سامنے آ گئی میرے دل میں حضرت جی کے لئے بہت زیادہ ادب و احترام پیدا ہو گیا۔

اگست 1965ء حضرت جی کا خط آیا کہ ستمبر میں لنگر مخدوم آؤ اور سرگودھا مسجد 7 بلاک میں میں آپ کا انتظار کروں گا ہم پہنچے تو حضرت جی موجود تھے ہم وہاں پیدل لنگر مخدوم کو چلے -حالت یہ تھی کہ حضرت اللہ یار خان پروقار انداز سے چل رہے تھے اور ہم بھاگ رہے تھے لنگر مخدوم پہنچے تو حضرت جی نے فرمایا کہ کوئی ساتھی بھی مخدومیوں کو خبر نہ دے کہ ہم یہاں پر آئے ہیں کیونکہ وقت کم ہے اور ہمارا وقت ضائع ہو گا۔ ایک ساتھی لنگر مخدوم گاؤں میں حضرت جی کے لئے دودھ لینے گیا تو وہاں اس سے پتا ہو گیا کہ حضرت جی آئے ہیں پورا گاؤں امڈ آیا۔ حضرت جی بہت ناراض ہوئے حتیٰ کہ جماعت سے خارج کرنے کا فیصلہ کر لیا تب ساتھیوں نے منت سماجت کی مشائخ عظام اور حضرت جی سے معافی مانگی دوسرے دن ہوا میں جہازوں کی گن گرج سنائی دینے لگی

www.naqshbandiaowaisiah.com

-ہم جنگل میں بیٹھے تھے سارا دن یہ عالم رہا تو آخر حضرت جی سے پوچھ ہی لیا کہ حضرت جی کیا معاملہ ہے آپ نے فرمایا کہ پاکستان اور انڈیا کی جنگ لگ گئی ہے یہ جنگ 17 دن رہے گی اور پاکستان کو فتح ہوگی -ہم واپس آگئے بحکم شیخ اللہ یار خانؒ

واپس لاہور پہنچا تو دیکھا لوگ سامان اٹھا کر ہجرت کر رہے ہیں ہم نے بھی سامان باندھا اور ٹوبہ 482 ج ب میں آگئے اور پھر یہاں پر ذکر اذکار کی دعوت و تبلیغ کا مشن جاری کیا۔

3جنوری 1973ء جب مجھے اپنے شیخ حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کے ساتھ حج پر جانے کی سعادت حاصل ہوئی تو لاہور سے ملتان تک کا سفر ٹرین پر کیا۔ سفر کے دوران اچانک میں نے محسوس کیا کہ ہماری ٹرین کے اوپر کوئی چیز پرواز کر رہی ہے حضرت جی کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ داتا صاحب' قلعہ والے' غوث صاحب اور مولانا احمد علی لاہوری ملتان تک ساتھ جائیں گے اور ملتان سے کراچی تک بہاؤ الدین ذکریا ساتھ ہوں گے مدینہ المنورہ پہنچنے کے بعد جب مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے روحانی طور پر شیخ المکرم کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے - اور تمام ساتھیوں کا استقبال کیا دربار نبوی کی ارواح جن میں صحابہؓ اور تمام غوث' قطب' ابدال جو وہاں پر موجود تھے حیرانی سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کون شخص آیا ہے جس کا اتنا استقبال کیا گیا اسی حج پر مکہ المکرمہ پہنچنے کے بعد سامان وغیر معلم کے پاس رکھ کر طواف زیارت کے لئے بیت اللہ چلے گئے صفا و مروہ پر سعی کر کے واپس آئے تو معلم صاحب بڑے ناراض ہوئے۔ آپ کہاں چلے گئے تھے میں یہاں انتظار کرتا رہا۔ کیونکہ وہ خود طواف زیارت لے جانے کا ہدیہ وغیرہ لیتے ہیں -لوگوں کے اجنبی ہونے کی وجہ سے وہاں کی رہائش کا انتظام بھی وہی کرتے ہیں اب وہ ہمیں کہنے لگا کہ آپ اپنا سامان لے جائیں اور خود ہی مکان تلاش کریں' حضرت جی نے مجھے اور ایک ساتھی کو مکان تلاش کرنے کا حکم دیا۔ ہم چل نکلے بیت اللہ کے قریب ہی ایک پہاڑی کی بلندی پر مکان مل گیا۔ واپس آئے اور سامان وہاں لے گئے ایس پی حبیب الرحمان صاحب کے اور حضرت جی کے گھٹنوں میں درد رہتا تھا بلندی چڑھنے کے بعد مکان میں پہنچے تو حبیب الرحمان صاحب برس پڑے کہ اتنی بلندی پر مکان لیا ہے کیا ہماری تکلیف کا احساس نہ تھا۔ حضرت جی کا بستر وغیرہ لگایا تو اسی دوران حضرت جی فرمانے لگے کیا خوب جگہ تلاش کی ہے تجلیات کا محور بنا ہوا ہے یہ پہاڑ - کشفاً" خیال کیا اور ساتھیوں کو بھی مراقبہ کروایا گیا تو دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ وہاں کھڑے ہیں -اور چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند کا ایک حصہ پہاڑی کی داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف گیا۔ حضرت جی نے فرمایا یہی وہ جگہ ہے جہاں کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کئے تھے تو ہماری خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ ایس پی حبیب الرحمان کی ساری تکلیفیں دور ہو گئیں یہ پہاڑ جبل ابو قیس تھا۔

تقریباً" 1980ء میں حضرت مولانا اللہ یار خان بیمار ہو گئے راولپنڈی ہسپتال میں داخل تھے مجھے خبر ہوئی تب میں وہاں پہنچا ہفتہ حضرت جی کی خدمت میں رہا۔ حضرت جی میرے ساتھ خصوصی محبت کیا کرتے تھے ہسپتال سے چھٹی ملنے پر بٹ صاحب کی رہائش پر آئے تو حضرت جی نے فرمایا کہ حکیم محمد صادق کا نام صاحب مجاز کے لئے دیا ہے یا نہیں -اس وقت کرنل مطلوب حسین صاحب نے فرمایا کہ نہیں تب آپ نے فرمایا کہ انکو صاحب مجاز نامزد کر دیا ہے -ماہنامہ المرشد میں دے دینا۔ تب میرے گلے میں ذمہ داری پڑ گئی -جس کے لئے پندرہ بیس کلو میٹر پیدل چلنا' سائیکل پر دور دراز علاقوں میں جانا' ایک آدمی کی خاطر برسوں فیصل آباد ہمراہ جاتا رہا' آخر تنہا چلتے چلتے چند ہم سفر ملے اور پھر کافی مصائب و مشکلات کے بعد دیئے سے دیا روشن ہونے لگا۔

سالانہ اجتماع نور پور سیٹھی میں ہوا کرتا تھا۔ وہاں ذکر اذکار کی خوب محافل ہوتیں۔ کھانا مولانا محمد اکرم اعوان صاحب گھر سے سر پر اٹھا کر لاتے -پہلے اجتماع میں ہی طے ہو گیا کہ آئندہ اجتماع 40 روز ہوا کرے گا ہر سال تقریباً" 40 دن میں وہاں پر رہتا ہے حضرت جی خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

ایک اجتماع پر حضرت جی سے کسی نے تبلیغی جماعت کے بارے پوچھا تو آپ نے فرمایا "صالحین اور عارفین کی جماعت ہے" میں ان عارفین اور صالحین کے بارے کافی عرصہ

سوچتا رہا اور تہجد دوسری نمازوں کے بعد دعا کرتا کہ بار الٰہی مجھے عارفین اور صالحین کی جماعت سے ملا دے دعا کرتے دو ماہ گذرے تھے کہ ہمارے گاؤں میں ایک جماعت آئی پانچ دن کے لئے۔ ان میں حفاظ اور مجاہد لوگ تھے۔ کئی حاجی صاحب تھے میں ان کی باتیں سنتا اور پھر ان کے ساتھ ہی ٹوبہ آیا ٹوبہ میں جماعت کی تشکیل ہوئی رائے ونڈ پہنچ گئے۔ تین دن مسجد میں گزارے پھر تین دن قریبی مسجد میں۔ کیونکہ ہماری جماعت کو کوئی امیر نہیں مل رہا تھا۔ آخر تیسرے دن امیر صاحب ملے۔ اور پھر چار ماہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ ٹرین پر ملتان گئے۔ دو دن ملتان ٹھہرے اس کے بعد مظفر گڑھ، مٹھن کوٹ جیکب آباد سے ہوتے ہوئے پیدل تقریباً" تین ماہ میں ہم کوئٹہ پہنچے کوئٹہ سے 30 میل دور نوشکی میں تین دن رہے۔ اور تبلیغ کے لئے ایران کے بارڈر تک پہنچے پھر واپس رائے ونڈ آئے۔ اور دس دن وہاں گذارے۔ کارگذاریاں سنتے۔ ہدایت پر سختی سے عمل کرتے دس دن کے بعد یعنی تقریباً" چار ماہ بعد واپسی کا راستہ اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ منارہ میں اجتماع شروع ہے پھر وہاں چلا گیا اور ہفتہ وہاں گذار کر واپس آیا۔ زندگی کے معمولات میں کافی تبدیلیاں آئیں۔

1982ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ شہر میں محلہ اقبال نگر میں کرائے پر مکان لیا تھوڑے عرصہ بعد مرکزی جامع مسجد میں ذکر کا حلقہ شروع کیا۔ صبح تہجد اور نماز مغرب کے بعد روزانہ ذکر ہوتا اور الحمدللہ اب تک سخت موسم میں بھی چلتا رہا ہے اب بھی چل رہا ہے زمانے کی مصیبت کوئی مشکل اس پروگرام میں لچک پیدا نہ کرسکی اب بھی میں سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی زندگی یاد کرتا ہوں تو خوفزدہ ہو جاتا ہوں۔ اور پھر یہ خیال رحمت الٰہی بن کر ابھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے کہ اس نے مجھے سالار تصوف حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کے قدموں میں پہنچا دیا ورنہ کہاں میں کہاں یہ عطااللہ اللہ کریم مجھے اور جملہ احباب کو اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ رکھے آمین

اسرار التنزیل

قرآن پاک کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان کی اچھوتے اور منفرد انداز میں لکھی ہوئی تفسیر "اسرار التنزیل" چھپ چکی ہے۔

آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہے۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727

www.naqshbandiaowaisiah.com

شہادت ہے مطلوب

آسیہ اعوان، دارالعرفان چکوال

کون ہے ہم میں ایسا جسے دعوی مسلمانی بھی ہو اور وہ شہادت کی آئیڈیالوجی سے نابلد ہو' اس لئے ممکن ہی نہیں کہ ہمیں اللہ پہ ایمان تو ہو لیکن شہادت پر اعتقاد نہ ہو' ہم اپنی جان کی بازی لگا کر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جس دین کی علمبرداری کیلئے ہم نے اپنی جان ہار دی وہ حق ہے

شہادت کی فضیلت کیلئے کتنی ہی احادیث وارد ہوئی ہیں کتنی آیات مبارکہ نے اس کا حقیقی اقبال بلند کیا ہے اس کی عظمت بیان کی ہے اور کتنے ہم سخت دل ہو چکے ہیں کہ اتنا سب کچھ جاننے کے بعد بھی ہمارا خون جوش نہیں مارتا۔ رگوں میں دوڑنے والا سرخ رنگ گرم لہو ابل کر باہر آنے کو تیار ہیں ہوتا تو پھر کیسی اس کی گرمی؟ کہاں کی حیات؟

وہ دین جس کا چودہ صدیاں کچھ نہ بگاڑ پائیں جسے اس کے ماننے والوں نے اپنے خون کی گرمی سے حیات بخشی اپنی آئندہ نسلوں کو منتقل کیا اور محفوظ حالت میں منتقل کیا وہ آج پھر ہمارا ایمان آزمانا چاہتا ہے ہمارے دعوی ومسلمانی کو پرکھنے پر آمادہ ہے۔

ہم سے گرم خون مانگتا ہے نوخیز جوانیاں طلب کرتا ہے اس لئے نہیں کہ شائد اسے مٹ جانے کا اندیشہ ہے اللہ کا وعدہ ہے۔

انانحن نزلنا الذکر وانالہ لحفظون

یہ تو بس کھرے کو کھوٹے سے الگ کرنے کا ایک دستور ہے اس لئے وہ اللہ کے حضور برابر نہیں ہیں جیسے اندھا اور صاحب بصیرت کبھی برابر نہیں ہو سکتے اس لئے حق بات تو یہ ہے کہ اس دین کو ہماری محتاجی نہیں ہم اپنی بقا کے لئے اس کے محتاج ہیں۔

ہم نہ ہوئے تو کوئی اور اس کا بیڑہ اٹھالے گا

تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی لیکن کوئی اور کیوں؟ ہم کیوں نہیں۔اور یہ میرا آج کا بنیادی سوال ہے۔

کبھی ہم میں اتنی غیرت ایمانی جاگی ہے کہ ہم اس بات پہ غور کر سکیں اور جو بھی کوئی ہوا کیا اس کی جان ہماری جان جیسی نہ ہوگی۔

اس کا گھربار' بیوی بچے' ضرورتیں' مجبوریاں' ہمارے جیسی نہ ہوں گی کیا وہ کوئی فرشتہ ہوگا آسمان سے اترا ہوا کہ ہر بیڑی سے آزاد ہوگا۔

جب اس کی جان کا قطرہ قطرہ نچوڑنے والے لہو کے ساتھ رمق رمق ختم ہوگی تو کیا اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

جب یہ باتیں اپنی جگہ پر اٹل ہیں تو وہ کون ایسا جذبہ ہے ایمان کی کون سی ایسی ڈگری ہے کہ دین کی سرفرازی کے وہ سب کچھ تج دے گا اور ایک بار جب وہ ہمت کر کے زندگی اور موت کی لائن کو عبور کر جائے گا تو دیکھو کیسا کرشمہ ہوتا ہے اس پہ ایک جہان آشکار ہوتا ہے حالانکہ موت ایک کٹھن مرحلہ ہے۔

حضرت عیسیٰ سے متعلق یہ حدیث مبارکہ آپ نے ضرور سن رکھی ہوگی جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ

اللہ کریم نے آپ کو معجزات میں ایک یہ معجزہ بھی ودیعت فرمایا تھا کہ آپ مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کر سکتے تھے ایک دفعہ آپ نے ایک مردے کو زندہ کیا اور اس سے دریافت کیا کہ آیا تم واپس جانا چاہتے ہو یا زندہ رہنا چاہتے ہو اگر تم زندگی مانگو تو تم جتنے سال چاہو میں تم کو دلا سکتا ہوں اس نے دریافت کیا اور اس کے بعد کیا ہوگا؟

آپ نے فرمایا کہ جب زندگی کے وہ مستعار سال ختم ہوں گے تو تمہیں پھر موت آجائے گی۔

وہ مردہ خوف اور ڈر سے گڑگڑایا

نہیں نہیں اگر مجھے دوبارہ مرنا پڑے گا تو پھر مجھے زندگی نہیں چاہئے میں جان کنی کی تکلیف وہ حالت سے دوبارہ نہیں گذرنا چاہتا۔اور حضرت عیسیٰؑ نے اسے اس

www.naqshbandiaowaisiah.com

کی حالت کو واپس لوٹا دیا۔
مقصد اس واقعہ کو قلمبند کرنے کا یہ ہے کہ جان کنی کا عالم ہر جان پہ بھاری ہو گا جسم سے جب روح جدا ہوتی ہے تو اسے بسمل کی تڑپ کہا جاتا ہے اور یہ تو ظاہری بات ہے ایک ایک باڈی سیل سے جب ذرہ ذرہ حیات کا نچوڑا جائے گا تو جان کنی کی تڑپ تو ہو گی۔
اور یہ بھی دیکھی سنی بات ہے ورنہ جو اس جان کنی کے عالم سے گذرا وہ اس کی سختی کو بیان کرنے کے لئے بچا ہی نہیں ورنہ شاید وہ کچھ زیادہ حقیقت حال کچھ مزید تفصیل بیان کرتا۔

ہر جان کو اپنے حصے کا تجربہ خود کرنا ہو گا جو کس قدر تلخ ہے اس کا اندازہ دم عیسیٰ والے واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔
کوئی جان اس سے مبرا نہیں مگر سوائے شہید کے ۔اس لئے کہ ایک حدیث پاک ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ
"کوئی جان موت کی کیفیت سے گذرنے کے بعد دوبارہ زندگی کی آرزو نہیں کرتی مگر سوائے شہید کے وہ یہ تمنا کرتا ہے کہ اسے بار بار زندگی دی جائے اور وہ اسے ہر بار راہ حق میں لگا دے"
اس پہ ایسا کیا لطف آشکارہ ہوتا ہے کہ وہ بار بار کٹ مرنے کے لئے زندگی کی تمنا کرتا ہے۔
وہ حیات دنیا زندہ رہنے کے لئے نہیں مرجانے کے لئے طلب کرتا ہے مرجانے کے لئے جی اٹھنے کی تمنا شاید اس لئے ہو کہ اسے

موت آتی ہی نہیں اس کی موت بھی حیات ہے اور قرآن اسے مردہ کہنے سے منع کرتا ہے اور خدا خود اس کے رزق کا انتظام کرتا ہے۔
ذاتی طور پر مجھے تو اپنے ہاں مروجہ تصور موت ہی سے اختلاف ہے ہم موت کو زندگی کے خاتمہ کا اعلان سمجھتے ہیں جبکہ زندگی ختم نہیں ہوتی موت محض انتقال ہے یعنی منتقلی 'ایک فانی جہاں سے دوسرے دائمی جہان کو منتقلی ۔ایک عارضی حیات سے ابدی حیات کو منتقلی۔

اس بات کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے علامہ اقبالؒ کے اس شعر پہ غور کیجئے

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی 'صبح دوام زندگی

ہم مرجانے کو یا موت کو ایسے معنوں میں لیتے ہیں جیسے انگلش میں کہتے ہیں

He Is No More

اب ان کا تو ماننا ہی یہ ہے کہ آدمی مرگیا یعنی ختم ہو گیا درست یا غلط یہ ایک الگ بحث ہے لیکن ایک لمحے کو سوچئے اپنے کسی پیارے کے بارے میں دل پہ یہ بات لائیے کہ More He Is No تو دل سی پارہ ہونے لگتا ہے کہ ہم میں سے ہم میں موجود ایک وجود 'ایک زندگی 'اس جہان سے وابستہ ایک انسان اب کہیں بھی نہیں آیا۔جانے یہ کافر اس بات کو کیسے جھیل لیتے ہیں

ہمارے لئے تو عقیدہ آخرت میں ایک بہت بڑی عافیت ہے کہ ہمارا وہ ساتھی ہم سے بچھڑ کر ختم نہیں ہو گیا بلکہ اپنے اصل گھر کو

لوٹ گیا ہے اور ایک دن ہمیں بھی وہاں جانا ہے
اب اس آیت پہ غور کریں
اناللہ وانا الیہ راجعون
ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے
کیسے ایک دم سے قرار پکڑتا ہے جیسے ایک متزلزل شے کو کسی نے مضبوطی سے تھام لیا ہو۔
اللہ کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔
موت جب ایک اٹل حقیقت ہے اس سے مفر نہیں ہے جو جان اس جہان میں آئی ہے اس کا ایک روز جانا مقسوم ہے تو پھر ایسی موت کو ہم کیوں ترجیح دیتے ہیں جو تکلیف سے آتی ہے اور رائیگاں جاتی ہے۔
حیران مت ہوئیے موت بھی کارآمد ہو سکتی ہے کہنے کا مطلب ہے کہ ہمیں سرمیدان جان لٹانا مشکل لگتا ہے۔محاذ پر ڈیوٹی دینا اللہ کی راہ میں سربہ کفن ہونا' ملک کے دفاع میں جان لڑا دینا' ہر کوئی کسی نہ کسی حد تک ان باتوں سے کتراتا ہے۔
دوسرے معنوں میں ہم اس زندگی کو جس میں ہمارا دین پارہ پارہ ہمارا ملک لخت لخت ہے جس میں ہمیں کوئی بھی کبھی بھی سرِراہ قتل کر دیتا ہے ہمارے گھر محفوظ نہیں 'ہماری عزتیں محفوظ نہیں 'ہمارے لئے روزگار کے مواقع کم ہیں بلکہ سبھی دروازے بند ہیں اور ہر نیا آنے والا حکمران ان بند دروازوں پر مزید قفل لگا رہا ہے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

ہمیں اس زندگی سے پیار ہے اور ہسپتالوں کی راہ داریوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا گوارا ہے اور ہم اس موت کو اس حیات پر ترجیح دیتے ہیں جس پر رشک سات آسمان کرتے ہیں۔

زندگی بلا شبہ ایک نعمت ہے اس کا لمحہ لمحہ قیمتی ہے جو گھڑی غفلت میں گذرے گی اس کا حساب دینا ہوگا اور جو گھڑی جس کام میں گذری اس کی جواب دہی ہوگی۔

اس کا پل پل قیمتی ہے اور کسی کی امانت ہے اسی لئے خود کشی حرام ہے اور دوا علاج کا میسر ہونا ہر جان کا حق ہے۔

لیکن کبھی آپ نے سوچا کہ ہم اجتماعی طور پر جس کیفیت سے دوچار ہیں ہمارا معاشرہ' ہمارا ملک' ہمارا مذہب جس تفریق اور تخریب کے عمل سے گذر رہا ہے ایسا کیوں ہے؟۔اس لئے کہ ہم سب کو اپنی جان بہت پیاری ہے ہماری عزت سے بھی پیاری ہے غیرت ایمانی سی بھی بڑھ کر ہے۔

ہمارے سامنے دین کا تمسخر اڑایا جارہا ہے ہم چپ رہتے ہیں ہمارے سامنے عزتیں لٹتی ہیں اور ہم یہ نہیں سوچتے ہمارے گھروں میں بھی بیٹیاں موجود ہیں۔

لوگ جل جل کر مرجاتے ہیں سرراہ گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاتے ہیں اور ہمارے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی۔

نہ مارنے والوں کو خبر کیوں مارا نہ مارے جانے والے کو ہی علم کہ کس جرم کی پاداش میں قتل ہوا۔

ایسے میں کیا یہ اچھا نہیں کہ ہم خود اپنے لئے اپنی موت کا انتخاب کریں ایک ایسی موت جو کار آمد ہو۔زندگی تو زندگی موت بھی رائیگاں نہ جائے۔ایک ایسی موت جو نہ صرف ہمیں حیات جاوداں سے ہمکنار کردے بلکہ ہمارے ملک وملت دین وایمان کیلئے بھی حیات نو کا باعث بنے کیونکہ

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

لیکن یہ تب ہوگا جب ہم ایک کاز پر متحد ہوجائیں گے اپنے مطالبے میں اس قدر پختہ ہوں گے اور اس مطالبے پر ہمارا یقین اس قدر مصمم ہوگا کہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ذرہ برابر اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

جاہے جان جائے ہمارے قدم نہ ڈگمگانے پائیں

ایسا کون سا مطالبہ ہوسکتا ہے کہ جو ہمارے لئے جان سے سارے جہان سے اہم ہوجائے؟

"نفاذ اسلام کا مطالبہ" اپنی جان پر اسلام کا نفاذ' اپنے اہل وعیال پر نفاذ اسلام' اپنے شہروں پہ اپنے ملک پہ نفاذ اسلام' اس میں ہماری امان ہے۔اسی میں ہمارے لئے دنیا بھی دین ہے اسی میں ہمارے لئے امن ہے وقار ہے۔آنے والے وقتوں میں ہماری آئندہ نسلوں کے لئے اسی میں سلامتی ہے۔

● آؤ آج ہی سے ہم اپنے دلوں میں اپنے رب سے یہ عہد کریں ہمارا جینا مرنا اسلام کے لئے ہے۔ہم ایسی زندگی جو اسلام کی آئینہ دار ہوگی اور ہم ایسی موت مریں گے جو اسلام کے لئے باعث وقار ہوگی۔

اور یاد رہے مرنا تو آسان ہے لیکن جینا مشکل۔پل پل آزمائش ہے لمحہ لمحہ امتحان ہے اسی لئے تو مومن کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ موت سے نہیں ڈرتا موت تو اس کے لئے آزادی کا پروانہ ہے۔وصال یار کا ذریعہ ہے

امام جامی فرماتے ہیں

من مات عشق فلیت ھمکذا
لاخیر فی عشق بلا موت

جو حالت عشق میں مرے اسے چاہئے کہ اس طرح مرے (ایک اشارے سے مرجائے) اس عشق میں بھلائی نہیں جس میں موت نہیں

جو لوگ موت سے خائف رہتے ہیں ان کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ موت خود زندگی کی حفاظت کرتی ہے جب تک کہ سانسیں پوری نہ ہوجائیں موت خود زندگی کی محافظ بن کے رہتی ہے اور آدمی بڑے بڑے حادثوں سے بچ جاتا ہے اور کبھی کبھی ایک چھینک آنے پر مرجاتا ہے۔

زندگی کے جتنے سال مہینے' دن اس مالک بے نیاز نے ودیعت فرمائے ہیں کوئی ان میں ایک پل کا اضافہ نہیں کرسکتا نہ ہی ایک پل کم کرسکتا ہے۔اور جب آخر کو مرنا ہی ٹھہرا تو پھر رائیگاں موت کیوں مریں؟

بات صرف فیصلہ کرلینے کی ہے کہ ہمیں کون سی موت مرنا ہے ورنہ مرنا یا بچ جانا ہمارے اختیار میں نہیں ہے جہاں شہادت بٹ رہی ہوتی ہے انہی لوگوں میں سے غازی بھی تو

www.naqshbandiaowaisiah.com

گھروں کو پلٹ آتے ہیں اور اکثر گھروں میں بیٹھے ہوئے نرم و سہل ماحول میں موت آکر دبوچ لیتی ہے تو پھر کاہے کا سوچنا؟

وقت ایک بار پھر کروٹ لے رہا ہے ہم لوگ اس دور میں بھی زندہ ہیں جس پر آئندہ جو آنے والے انسانوں کی بنیاد رکھی جارہی ہے آئندہ دنیا کیسی ہوگی کون برتر ہوگا کون کم تر رخ متعین ہو رہے ہیں۔

آپ نے محسوس نہیں کیا کہ پوری دنیا میں ایک نئی ہوا چلی ہے دنیا والے دنیا داری سے تھک گئے گناہوں سے چور چور ہو گئے ہیں اور وہ اپنی اصل کو پلٹ رہے ہیں۔

وہ بوسینیا' چیچنیا ہو افغانستان یا کشمیر ہو لوگ اب کفر کے آگے جھکنے کو تیار نہیں ہیں کٹ مرنے پہ تل گئے ہیں اور کٹ مر رہے ہیں۔

ایک اخبار کے فرنٹ پیج پہ چیچن مجاہد کی سربردہ لاش اس طرح میں نے دیکھی کہ ایک بیلچے پر صرف اس کا سردھرا تھا جسے کوئی اک چھوٹے سے گڑھے میں دفن کرنے لگا تھا۔

جانے اس شہید کا جسم کہاں گرا ہوگا

ایسی ہی ایک تصویر کشمیری مجاہد کی دیکھی جس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو ڈنڈے کے ساتھ باندھ کر بھارتی فوجی کاندھوں پر دھرے اٹھا کے لے جارہے تھے اس کا سر اور جسم جھولتے آرہے تھے

لیکن اس جسم کا کیا ہے!

کوئی مکاں کہاں ہے یہاں کسی مکیں کیلئے بنی ہے جسم کی مٹی اسی زمین کے لئے

اب ہماری باری قریب آرہی ہے اس ملک کے حالات کسی طور بھی سدھرنے میں نہیں آرہے اور سدھریں گے بھی نہیں اس لئے کہ یہ سب ظلم و زیادتی کا طوفان ،قتل و غارت گری کی انتہا' حکومتی سطح پر نااہلی 'باہر کی دنیا کے سامنے ذلالت اور رسوائی یہ سب ہماری یاد دہانی کے لئے ہو رہا ہے

کہ یہ ملک تم نے کس کے نام پر لیا تھا؟ کس مقصد کے لئے حاصل کیا تھا؟

ہزاروں لاکھوں لوگوں نے جو جان و مال کی قربانیاں دی تھیں اللہ انہیں رائیگاں نہیں جانے دے گا اور وہ نہیں دے رہا۔ اسی لئے یہ ملک قائم ہے ہمارے توڑ کئے بغیر ہر سازش ٹوٹ جاتی ہے تو اس خون کی لاج رکھنے کے لئے جو اس کے حصول کے لئے بہا تھا۔

لیکن اب یہ ہم سے ہمارے حصے کی قربانی مانگ رہا ہے ۔اب ضرورت ہے کہ مائیں اپنے بیٹوں کے رخت سفر باندھ رکھیں اور اپنا تعلق اپنے رب اور رسول سے اس قدر پختہ کرلیں کہ شہیدوں کے جسد خاکی وصول کرتے ہوئے کہیں۔

یارسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے کوئی تکلیف تکلیف نہیں رہتی

ملک پہ اسلام کا نفاذ تب ہو گا جب ہم ایک آواز ہو جائیں گے جیسے قوم کی ایک یک رنگی کے باعث حکومت کو نہ چاہتے ہوئے بھی ایٹمی دھماکے کرنے پڑے تھے۔ اسی طرح یہ مطالبہ اتنی شدت پکڑ لے کہ اس کے سامنے کی ہر رکاوٹ خس و خاشاک کی طرح بہہ جائے

اور یہ اس وقت ہو گا جب بیرونی طاقتیں اور ہمارے حکمران یہ سمجھ لیں گے کہ اب کرے بغیر چارہ نہیں ہے۔

تو پھر ہمتیں جتاؤ' تیاری پکڑ لو' اور اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع کردو بنا کسی غرض کے بغیر کسی لالچ مال و جاہ کے

اس ملک پہ انشاء اللہ نفاذ اسلام ہو گا۔ یہ اس کے مقدر میں لکھا ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ کس کے حصے میں کتنی سعادت آتی ہے۔

ضرورت اکاؤنٹنٹ

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال کے لئے ایک تجربہ کار اکاؤنٹنٹ کی ضرورت ہے۔ سلسلہ کے حضرات کو ترجیح دی جائے گی۔ خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر درخواست بمعہ اسناد (فوٹو کاپی) بھیج دیں۔

پرنسپل' صقارہ اکیڈمی منارہ' ڈاک خانہ نور پور' ضلع چکوال

www.naqshbandiaowaisiah.com

وہ کیا تھا؟

تحریر، سرفراز حسین

سب ذوق شوق، ولولہ اور جذباتی پن اس وقت کافور ہوگیا جب امیر محمد اکرم اعوان کی یہ بات مقامات مقدسہ پر پہنچ کر یاد آئی کہ ہم لوگ (عوام اور اہل اقتدار) کیا وہاں یہ بتانے جاتے ہیں کہ ہم نے کافرانہ نظام کو Adopt کر رکھا ہے؟ کیا یہ بتانے جاتے ہیں کہ اللہ کا دیا ہوا نظام ہمیں پسند نہیں ہے؟ کیا یہ بتانے جاتے ہیں کہ ہم نے ہمیشہ ان پارٹیوں کا، ان شخصیات کا ساتھ دیا ہے جو تیرے دین کی مخالف ہیں...... ایک شرمندگی، احساس ندامت اور احساس جرم ایسے دامن گیر ہوا کہ اس سے تاحال چھٹکارا حاصل نہیں کر پایا...... سوالات پیدا ہوتے رہے، خود ہی سوال اور خود ہی جواب کا سلسلہ کچھ یوں جاری رہا کہ تم یہاں کیا لینے آئے ہو...... میں یہاں حج کرنے آیا ہوں ...... حج تو مسلمان کرتے ہیں ...... تو گویا میں مسلمان نہیں ہوں...... مسلمان کی تعریف تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں کی ہے "مسلمان تو ہوتے ہی سچے ہیں" وہ تو سودی نظام میں شراکت دار بن کر اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلان بغاوت نہیں کرتے۔ وہ تو انعام یافتہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ کوئی حزن۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں جو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ جو ملاوٹ نہیں کرتے، خائن نہیں ہوتے ...... ان گفتی اور کچھ ناگفتی خیالات کا یوں سلسلہ دراز ہوا کہ اپنے آپ سے بیزاری ہونے لگی.... حرم پاک میں جاتے ہوئے بھی شرمندگی ہوتی گو نہایت ڈھٹائی سے حاضری دیتے رہے۔

مدینہ منورہ، مکہ معظمہ سے چار پانچ سو کلو میٹر کی دوری پر ہے، ہموار اور کشادہ سڑکوں کے باوجود سات آٹھ گھنٹے کا سفر ہے۔ متذکرہ خیالات کے ہجوم میں اس سفر کے دوران یہ سوچ غالب آتی گئی کہ کس منہ سے دربار رسالت ﷺ میں حاضری دیں گے مگر جب یہ سفر ختم ہوا تو سوچ کا ایک نیا سفر شروع ہوا ایک نیا سوال پیدا ہوا۔ یہ سوال ہی دراصل اس تحریر کا باعث بنا۔

اگر اس زمانہ کا آپ تصور کریں جب نبی اکرم ﷺ کو ہجرت کرنا پڑی، جب راستے مسدود تھے۔ پہاڑوں کی بلندیوں اور اترائیوں کو عبور کر کے اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر کرنا پڑتا تھا۔ نہ راستے میں ہوٹل، نہ خوراک و پانی کا بندوبست کہ ذرا تازہ دم ہو لیں تو سوچیں .... سفر ایسا کہ چھپ چھپ کر کیا جائے کہ دشمن بھی تعاقب میں ہو..... جس سفر کے لئے نہ صرف اپنے 50 سال کی ایک مخصوص علاقہ سے وابستگیاں اور اپنے آباؤ اجداد کے تمام ورثے بھی چھوڑ کر جانا پڑے اور اپنے شہر سے محبت اور پیار کا یہ عالم ہو کہ رخصت کے وقت جان دو عالم کو نہایت دکھ سے یہ فرمانا پڑے کہ اے مکہ! میرا جی تو نہیں چاہتا کہ تمہیں چھوڑوں مگر یہ تیرے لوگ مجھے مجبور کئے دے رہے ہیں میری جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔

اتنی طویل اور تکلیف دہ مسافت کے باوجود مکہ کے لوگوں نے 500 کلو میٹر دور بیٹھے ہوئے ان مٹھی بھر جانثاران رسالت کو کیوں برداشت نہ کیا؟ یاد رہے کہ "تقریباً" سب غزوات مدینہ منورہ کے قرب و جوار میں ہوئے مکہ کے کفار اتنا ہی طویل سفر کر کے مدینہ منورہ آکر جنگیں لڑتے رہے۔ اپنی عددی برتری اور وسائل کی کثرت کے باوجود ان کو بھی ہر بار اتنا ہی طویل سفر کر کے مدینہ منورہ میں آکر جنگیں لڑنا پڑی ...... مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد سے اب تک میں یہی سوچ رہا ہوں کہ وہ کیا تھا کہ جس کی نبی اکرم ﷺ نے تبلیغ کی تھی، وہ کیا تھا جو کفار مکہ کو پیش کیا تھا کہ دشمن سے 500 کلو میٹر دور رہ کر بھی ان کی دست برد سے محفوظ نہ تھے اور یہ کیا ہے جو ہمارے علمائے کرام آج پیش کر رہے ہیں؟ وہ کیا تھا جس کی تپش 500 کلو میٹر کی دوری، سے بھی کفار مکہ کے لئے ناقابل

www.naqshbandiaowaisiah.com

برداشت تھی اور یہ کیا ہے جو ہمارے پیشوائے دین اپنے ملک میں حتیٰ کہ کفار کے ممالک میں جاکر پیش کرتے ہیں اس کے باوجود محفوظ ومامون ہیں انہیں کوئی گزند پہنچنے کا احتمال تک نہیں ہے یہاں تک کہ غیر مسلم ممالک ہمارے علمائے دین کو اپنے ممالک میں آنے کے اجازت نامے (ویزے) ایشو کرتے ہیں نہ ہی ہمارے مبلغین دین سے کسی کو خطرہ ہے اور نہ ہی ان مبلغین کو کسی سے خطرہ۔ ہمارے پیشوایان دین کی تبلیغ سے نہ ہی وہ نتائج اور کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں جو اس مختصر سی جماعت نے مختصر سے پیریڈ میں حاصل کیں۔ کیوں□ آخر کیوں؟

سوال اپنی جگہ وہی ہے کہ یہ کیا ہے اور وہ کیا تھا؟ یہ سوال ہر اس آدمی سے ہے جو دین کے نفاذ کی کوشش کر رہا ہے یا جو تبلیغ دین میں مصروف ہے' وہ کوئی پیر ہو' کوئی فقیر ہو' کوئی شیخ ہو' کوئی عالم ہو یا کوئی عام مسلمان۔

ضرورت ہے

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال میں آرٹس اور سائنس کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ کی ضرورت ہے۔ خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر درخواست بمعہ اسناد (فوٹو کاپی) بھیج دیں۔ فون نمبر 562222/0573

پرنسپل' صقارہ اکیڈمی منارہ' ڈاک خانہ نورپور' ضلع چکوال

تبدیلی فون نمبرز

دارالعرفان منارہ کے فون نمبرز تبدیل ہو گئے ہیں۔ ساتھی نیا نمبر نوٹ فرمالیں۔

نیا نمبر 0573-562200

پروفیسر عبدالرزاق کی تصانیف

لغزشیں

مغالطے

ٹھوکریں

والناس

کے بعد نئی شاہکار تصنیف

"الجھنیں" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

www.naqshbandiaowaisiah.com

صرف اسلام کی حکومت

تحریر○غیاث الدین جانباز

موجودہ حکمران باون برس سے قائم ظالمانہ استحصالی نظام کی بقاء کے لئے کوشاں ہیں۔ اس نظام کے علمبرداروں کی آخری امید کے طور پر موجودہ حکمرانوں نے ٹیکنوکریٹ اور غیر ملکی بلکہ یہودیوں کے سرمایہ سے پرورش پانے والی این جی اوز کے ذریعے اب تک اصلاح احوال کی جتنی بھی مساعی کیں' سب رائیگاں ہو چکیں استحصالی نظام استحصالی طبقات اور استحصالی ادارے سب بے نقاب ہو چکے' اب تو وطن عزیز کے سب سے مقدس اور پوترا ادارہ کی عزت بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ اب قومی حکومت کی کھچڑی پکانے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ دیگ میں پانی ڈال کر اسے چولہے پر چڑھا دیا گیا ہے دال چاول دیگ میں ڈالنے کے لئے ان میں سے لنگر چنے جا رہی ہے' تحریک انصاف' ملت پارٹی' نوزائیدہ نیشنل عوامی پارٹی اور دینی جماعتوں میں چاول تیار کئے جا رہے ہیں' علامہ طاہر القادری بھی ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں' انہوں نے اسلامیت سے نجات حاصل کر کے عوامیت اختیار کر لی' پھر بھی بات بنتی نظر نہیں آ رہی۔

دینی جماعتیں انارکی سے ملک کو بچا سکتی ہیں' لیکن دینی جماعتوں کا مخمصہ یہ ہے کہ نان ایشوز کو ایشوز بنا رہی ہیں' دینی جماعتیں تاجروں کی جدوجہد کو صحیح رخ پر ڈال سکتی ہیں' لیکن شاید وہ بھی معیشت اور ٹیکس سسٹم کو اسلامائز کرنے کے مطالبہ پر متفق نہیں۔ جمعہ کی چھٹی کا مطالبہ کوئی بنیادی ایشو نہیں' اصل ایشو یہ ہے کہ معیشت کو اسلامائز کیا جائے اس ملک کا استحصالی طبقہ معیشت اور ٹیکسوں کی اسلامائزیشن نہیں چاہتا' معیشت کی اسلامائزیشن سے سودی قرضے نہیں چل سکتے' اس لئے قرض خور سرمایہ دار کو اسلامی معیشت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ موجودہ ٹیکس سسٹم فرد پر لاگو ہوتا ہے یعنی صارفین ٹیکس دیتے ہیں جبکہ اسلامی ٹیکس سسٹم فرد کے بجائے اثاثوں پر عائد ہوتا ہے اس ملک کے مالدار اپنی جیب سے کچھ بھی نہیں دیتے بلکہ سارے ٹیکس فرد کی جیب سے ادا ہوتے ہیں' اس لئے استحصالی طبقات کبھی نہیں چاہیں گے کہ ٹیکس سسٹم اسلامائز ہو۔

آج اسلام اور نیو ورلڈ آرڈر کے مابین تصادم ہے اسی لئے میں مسلسل لکھ رہا ہوں کہ باون برس سے جاری ظالمانہ استحصالی نظام بے نقاب ہو چکا ہے استحصالی طبقات کے چہروں سے نقاب اتر چکا ہے' سوشلزم بوریا بستر لپیٹ چکا ہے لہٰذا اللہ کا نظام اپنائے بغیر پاکستان کی سیاست و معیشت درست نہیں ہو سکتی' اللہ کا نظام اور معیشت کیا ہے اور اس سے اللہ کی مخلوق کو ملے گا کیا؟ وہ یہ ہے کہ اسلام مالداروں سے وصول کرتا اور غرباء میں تقسیم کرتا ہے۔ ایسے صحیح اسلام میں سرمایہ' سرمایہ داروں کی تجوریوں میں جمع نہیں ہوتا بلکہ معاشرہ میں گردش حرکت پذیر رہتا ہے' جس سے خوشحالی آتی ہے مہنگائی اور بیروزگاری ختم ہو جاتی ہے اللہ کے نظام کے ساتھ اللہ کی برکات بھی نازل ہوتی ہیں' بنک کاری طام کو اسلامائز کر دیا جائے تو اجارہ دار سرمایہ داری پروان نہیں چڑھ سکتی' زکوۃ اور عشر کسی فرد پر عائد نہیں ہوتا بلکہ "مال" پر عائد کیا گیا خدائی ٹیکس ہے جس سے مہنگائی نہیں ہوتی' کہا جاتا ہے کہ زکوۃ عشر سے ملک کا سسٹم نہیں چل سکتا' ملک کا سسٹم موجودہ ٹیکسوں سے بھی نہیں چل رہا بلکہ غیر ملکی قرضوں سے چل رہا ہے اور ان قرضوں کے سود کی ادائیگی کے لئے بھی مزید سودی قرض لینا پڑ رہا ہے' جس کے نتیجے میں ملک دیوالیہ ہو چکا ہے' صرف اعلان ہونا باقی ہے۔

ہمارے دینی اکابر اور دینی جماعتیں اللہ پر بھروسہ کر کے درست سمت اختیار کریں۔ نفاذ اسلام کے لئے حالات جتنے آج سازگار ہیں' اس سے پہلے کبھی نہ تھے اگر دینی رہنماؤں نے صحیح انداز فکر و عمل اختیار نہ کیا تو حالات بتا رہے ہیں کہ طوفان اٹھنے ہی والا ہے' کوئی

www.naqshbandiaowaisiah.com

قومی حکومت' سیاسی حکومت یا فوجی حکومت ظالمانہ استحصالی نظام کو جاری رکھ کر اور امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر پر چل کر اصلاح احوال نہیں کر سکتی' اسلام روشن خیال دین ہے اور قیامت تک کے لئے واحد دین ہے' ختم نبوت کا تحفظ نفاذ اسلام کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ ختم نبوت کا مطلب ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نیز ہر نبی ظلم مٹانے کے لئے اور ایک سسٹم دے کر مبعوث کیا گیا' ختم المرسلین ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ اعلان نامہ آگیا کہ دین (نظام) مکمل کر دیا گیا اور اللہ نے اسلام کے نظام یعنی دین کو اپنا پسندیدہ قرار دے دیا' حجتہ الوداع کے موقع پر آخری خطاب میں رحمت للعالمین ﷺ نے اللہ کو گواہ بنا کر کہا کہ میں نے سارا پیغام پہنچا دیا' اللہ کے ختم نبوت کے اعلان اور قرآن کی دو ٹوک شہادت کے بعد کوئی مسلمان کسی عبوری آئین یا مستقل آئین میں ختم نبوت کے تحفظ کی گارنٹی پر یقین نہیں رکھتا۔

قادیانیوں کو اپنے مسلمان ہونے پر اصرار ہے اور اگر یہاں اسلام کی حکومت قائم ہو جائے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کہنے والے کو وہی سزا ملے گی' جو ایک مرتد کے لئے اسلام نے مقرر کر رکھی ہے' اس لئے نان ایشوز کو چھوڑیے عبوری آئین میں تحفظات کا مطالبہ اپنی جگہ بجا' لیکن اصل ایشو اسلام کی حکومت کا قیام ہے' جس دن پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت کے بجائے اسلام کی حکومت قائم ہو جائے گی' سارے بکھیڑے خود بخود ملیا میٹ ہو جائیں گے اسلام کی حکومت کا مطلب ہی تحفظ ختم نبوت ﷺ ہے اگر یہ نہیں ہو گا تو کچھ بھی نہیں لہٰذا دینی زعماء اور دینی جماعتوں کو آپس میں اتحاد کر کے ملک میں دین اسلام کے نفاذ کے لئے کوشاں ہو جانا چاہئے اور اگر اب بھی وہ اکٹھے نہ ہوئے تو پھر آنے والے وقت میں ان کے لئے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی' کیونکہ آج ہی وزیر داخلہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر نے یہ بیان داغا ہے کہ ہم ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے کے لئے کوشاں ہیں ایسی صورتحال میں علماء کرام کو غور کرنا اور سوچنا چاہئے کہ وہ کس طرح حکومت کے اسلام مخالفت اقدامات کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور ملک میں اسلامی نظام نافذ کر سکتے ہیں۔

بشکریہ انصاف

متوجہ ہوں

1- المرشد کے قاریوں اور لکھاریوں سے گذارش ہے کہ "المرشد" کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے تجاویز لکھیں جو کہ ایڈیٹر کی ڈاک میں شائع بھی کی جایا کریں گی اور ممکن حد تک عمل بھی کیا جائے گا۔

2- قلمکار حضرات تحریریں صاف ستھری اور ایک لائن چھوڑ کر خوبصورت لکھ کر بھیجا کریں۔

3- "المرشد" میں "من الظلمت الی النور" کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس میں روحانی بیعت والے حضرات اپنے حالات و واقعات لکھ کر ہمیں بھیجیں۔ ضلعی امیر' ضلعی صدر الاخوان اپنے علاقہ کے صاحب مجاز کے حالات جلد از جلد لکھ کر بھیجیں۔ آنے والے لوگوں کے لئے مشعل راہ ہوں گے۔

4- "المرشد" کے سلسلہ میں خطوط' مضامین درج ذیل ایڈریس پر بھجوائیں۔

ماہنامہ "المرشد" ریلوے کالونی چوک عبداللہ پور' عقب ویگن سٹینڈ دارالعرفان' فیصل آباد فون نمبر 041-542284

ضروری اطلاع

سلسلہ عالیہ کے ساتھی اور تنظیم الاخوان کے کارکن اگر معاشرے میں کہیں ناانصافی' ظلم ہوتے دیکھتے ہیں تو ہمیں آگاہ کریں تاکہ ہم اس کے خلاف آواز بلند کر سکیں اور حکومت کی توجہ دلائیں۔ یہ ہمارے مقصد کے عین مطابق ہے۔

ماہنامہ "المرشد" ریلوے کالونی چوک عبداللہ پور عقب ویگن سٹینڈ دارالعرفان فیصل آباد فون نمبر 041-542284

اٹھو کہ زمانہ چال قیامت کی چل گیا

گذشتہ دنوں خواتین کانفرنس نیویارک میں منعقد ہوئی اور اس میں جن انسانی حقوق پر بات ہوئی قارئین کو زیر نظر مضمون میں دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ یہود ہماری دینی اساس کے بالکل متضاد نظریات کو انسانی حقوق قرار دیتے ہیں اور سوچیں اگر ایسی کوئی کوشش کامیاب ہو جاتی ہے تو کیا ہمیں مسلمان کہلوانے کا کوئی حق ہے۔

بریگیڈیر (ر) حامد سعید اختر

نیویارک میں 5 جون سے 9 جون تک ہونے والے اجلاس کا تعلق انسانی حقوق سے ہے جس کی روح سے ہر وہ تصور جو اسلام کی رو سے ارفع اخلاق کا آئینہ دار ہے اسے انسانی حقوق کی خلاف ورزی سمجھا جا رہا ہے۔

(1) جنس کے انتخاب میں کسی انسان کے میلان اور رجحان (Sexoal Orietatuin) کی بنا پر اسے ہدف تنقید بنایا جاسکتا ہے ہر فرد کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق ہم جنس پرستی کا انتخاب کرے۔ یا صنف مخالف کے فرد کے ساتھ بغیر شادی کے ازدواجی تعلقات قائم کرے۔ یہی حقوق عورتوں کو بھی حاصل ہوں گے (2) اکٹھے رہنے والے تمام جوڑے بلا تخصیص جنس فیملی کہلانے کے مستحق اور فیملی کو حاصل ہونے والی رعایتوں کے حقدار ہوں گے (3) بیویاں ازدواجی تعلقات کے عوض اور حمل ولادت اور رضاعت کے دوران خاوند سے معاوضہ طلب کرنے کی حق دار ہوں گی۔ (4) عورتوں کو حق حاصل ہو گا کہ وہ حمل یا اسقاط میں سے اپنی مرضی سے انتخاب کریں۔ (5) بیوی کی رضامندی کے بغیر ازدواجی تعلقات قائم کرنے والا خاوند جبری زیادتی کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ (6) گھریلو کام کاج سے انکار کرنے والی خواتین کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ (7) عورتوں کو اپنی پسند کے مرد کے ساتھ رہنے، بدکاری (Adultry) میں ملوث ہونے اور اسقاط کرانے پر قانونی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ (8) فیملی میں ہم جنس پرست مرد، ہم جنس پرست عورتیں اور (بغیر شادی) باہم اکٹھے رہنے والے جوڑے شامل سمجھے جائیں گے اور انہیں امتیازی قوانین کا شکار نہیں بنایا جائے گا۔ یہ سب کچھ انسانی حقوق اور آزادی نسواں کی آڑ میں کیا جا رہا ہے جس کے مخفی مقاصد مسلم معاشرے کی تباہی، مذہبی عقائد کا انہدام اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بربادی ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی

مچھلی ہے شاد کام کہ لقمہ ہوا نصیب
صیادیوں مگن ہے کہ کانٹا نگل گئی

بظاہر تو بدترین سے بدترین مسلمان بھی جب مندرجہ بالا ایجنڈے کا اپنی بیوی، بہن یا بیٹی پر اطلاق کر کے دیکھے گا تو بلبلا اٹھے گا۔ خنزیر خور معاشرے اپنی اخلاقی تباہی کے ذمہ دار خود ہیں انہوں نے برضاو رغبت اپنی مذہبی اقدار اور ذاتی کردار کا جنازہ نکالا ہے لیکن مسلم دنیا پر یہ قانون اقوام متحدہ کے ذریعے نافذ کرنے کی ایک کوشش ہے کیونکہ اسی طریقے سے مسلمان معاشروں کی تباہی و بربادی کے عمل کو تیز کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ پاکستانی معاشرے میں بھی ایسے بے غیرت مرد و زن کی کمی نہیں جو نتائج و عواقب سے بے فکر ہو کر اس ایجنڈے کی آڑ میں اپنے شیطانی عزائم کو پورا کرنے کے لئے اس کے حامی ہیں مجوزہ ایجنڈے کے سیکشن (D)102 کے مطابق یہ ایجنڈا بلا تفریق مذہب، عقیدہ قوم و نسل تمام اقوام عالم کے لئے لازمی قانون کا درجہ رکھے گا اور تمام حکومتیں اس ایجنڈے کے مطابق قانون سازی کرنے کی پابند ہوں گی۔

آگے مزید تحریر ہے کہ گذشتہ قاہرہ کانفرنس میں کچھ ممالک کے نمائندوں نے بعض امور پر تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ اب ایسے تمام تحفظات کو منسوخ کیا جاتا ہے اور کنونشن کے اغراض و مقاصد سے متصادم تمام قوانین ختم کرتے ہوئے کنونشن کے ایجنڈے کی توثیق کی جاتی ہے۔

گویا ایجنڈا ہر لحاظ سے ہمارے مذہبی عقائد اور قرآنی تعلیمات پر فوقیت رکھے گا اور اقوام متحدہ کی قوت نافذہ کے ذریعے بالجبر نافذ کیا جائے گا مسلمان ممالک کے وہ قائدین جو گذشتہ کانفرنس کے موقع پر متقارزیر پر رہے

باقی صفحہ 58 پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

دیندار طوطے

عطاء الحق قاسمی نواز شریف کے دور حکومت میں ناروے کے سفیر رہے ہیں۔ ان کا شمار ملک کے نامور کالم نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے زیادہ تر کالم طنزو مزاح پر مبنی ہوتے ہیں لیکن ان کا یہ کالم ذرا مختلف ہے جس میں انہوں نے ایسے دیندار لوگوں کے رویوں پر بات کی ہے جو عبادات کو تو اہمیت دیتے ہیں مگر زندگی کے باقی معاملات میں حکم الٰہی کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ امید ہے قارئین پسند کریں گے۔

تحریر۔عطاالحق قاسمی

میں اپنے قارئین (اور ایڈیٹر سے بھی) معذرت خواہ ہوں کہ میرا آج کا کالم بھی ایک راء طوطے پر ہے مگر یہ طوطا کسی گلوکارہ یا اداکارہ کا نہیں بلکہ پاکستان کی غالباً" سب سے بڑی دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے رشید احمد صاحب کی ملکیت ہے۔ شاہ صاحب کی عمر اس وقت نوے برس کے لگ بھگ ہے شاہ صاحب جامعہ اشرفیہ کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ کے خادم تھے اور یہ طوطا اس وقت سے شاہ صاحب کے پاس ہے۔ یہ طوطا خود بھی خاصا بزرگ ہو چکا ہے۔ صرف عمر کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنی بعض اطوار کی وجہ سے نیز اس وجہ سے کہ بہت سی بابرکت اور مقدس ہستیاں اس طوطے کی زیارت کو خود چل کر اس کے پاس آچکی ہیں۔

اس متقی اور پرہیزگار طوطے (زید مجدکم) کے بارے میں کچھ تفصیلات سے تو میں آپ کو بعد میں آگاہ کروں گا پہلے میں اس راز سے پردہ اٹھادوں کہ اس بزرگ و محترم طوطے کی "مخبری" جامعہ اشرفیہ کے دورہ حدیث کے استاد گرامی مولانا حافظ محمد اکرم صاحب نے کی ہے مگر انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اگر اس مقدس طوطے پر کالم لکھنا چاہتا ہوں تو جامعہ کا نام درمیان میں نہ لاؤں کہ کہیں گیم وارڈن والے جامعہ اشرفیہ کا ایڈریس ہی نہ پوچھتے پھریں مگر میں حکم کی عدم تعمیل کرتے ہوئے جامعہ کا نام دے رہا ہوں کیونکہ راطوطا رکھنے کے الزام میں اگر کسی گلوکارہ یا اداکارہ کا چالان ہو تو درشن کے امکانات بھی ہوتے ہیں موجودہ صورت میں نوے سالہ رشید احمد صاحب کے درشنوں کا رسک ہے۔ لہٰذا خطرے کی کوئی بات نہیں اویسے بھی آج مولانا فضل الرحمان کا بیان اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ جس کسی نے دینی مدارس میں بدنیتی سے قدم رکھا اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی اور ان دنوں تو بیساکھیاں نہ صرف مہنگی ہیں بلکہ ان پر بھی ٹیکس لگ گیا ہے۔

رشید احمد صاحب کا یہ طوطا کلمہ پڑھتا ہے اور صرف کلمہ پڑھتا ہی نہیں بلکہ پورے آداب کے ساتھ پڑھتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ راء طوطوں کو تو کوئی جملہ رٹایا جاتا ہے اور وہ جملہ وقت بے وقت دہراتے رہتے ہیں اس کے برعکس اس طوطے سے جب فرمائش کی جائے یعنی کہا جائے کہ کلمہ سناؤ تو وہ کلمہ سنانے سے پہلے مودب انداز میں کہتا ہے اجازت ہے؟ آپ ہاں کہتے تو پھر وہ کلمہ طیبہ سناتا ہے مفتی اعظم فلسطین جناب امین الحسینی جامعہ اشرفیہ کے دورے پر آئے تو انہوں نے اس طوطے کی "زیارت" کی اور اس سے کلمہ سنا۔ مفتی اعظم کی رائے یہ تھی کہ انہوں نے اس سے پہلے کسی طوطے سے اتنے واضح انداز میں کلمہ نہیں سنا۔ اسی طرح قاری عبدالباسط بھی اس عالی مقام طوطے سے کلمہ سن چکے ہیں اور اس کی شین قاف کی تعریف کر چکے ہیں امام کعبہ عبداللہ بن سبیل اور مسجد نبوی کے سابق امام عبدالعزیز آل شیخ نے بھی جامعہ اشرفیہ کے دورے کے دوران اس طوطے (مدظلہ العالی) سے کلمہ سنا اور سبھی حیران ہوئے۔

یہ سب حضرات تو پوری نیک نیتی سے اس عالی مقام طوطے سے کلمہ سنتے رہے مگر میرے دل میں ایک خدشے نے جنم لیا ہے اور وہ یہ کہ وہ طوطا کہیں کسی بدگمانی کا شکار نہ ہو جائے اس کے دل میں کہیں یہ بات نہ آئے کہ ہمارے علماء دوسروں کے ایمان کے بارے میں خواہ مخواہ شک کیوں کرتے ہیں چنانچہ جس نے ایک دفعہ کلمہ پڑھ لیا ہے اس سے بار بار کلمہ کیوں سنا جاتا ہے یہ وہم میرے ذہن میں اس لئے آیا ہے کہ کسی زمانے میں تبلیغی جماعت والے جب دورے پر نکلتے تھے تو لوگوں

www.naqshbandiaowaisiah.com

سے کلمہ سنتے تھے - ایک دفعہ میں اور عارف مرحوم بھی ایک ایسی ہی جماعت کا حصہ تھے عارف اس روز متکلم کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ ہمارا پڑاؤ لاہور کے ایک قریبی گاؤں کی مسجد میں تھا عارف نے غلطی سے گاؤں کے ایک میراثی سے تبلیغی جماعت والوں کی روایتی عاجزی سے پوچھ لیا کہ "بھائی کلمہ سناؤ" یہ سن کر اس ستم ظریف نے چونک کر کہا "کیوں بدل گیا ہے؟" مجھے ڈر ہے کسی روز یہ طوطا بھی کلمہ سنانے کی فرمائش کو اپنے ایمان پر شک سمجھ کر پوچھ نہ بیٹھے کیا بات ہے کہ کلمہ بدل گیا ہے؟

مولانا حافظ محمد اکرم صاحب سے مجھے یہ بات پوچھنا یاد نہیں رہی کہ کیا یہ طوطا صرف کلمہ پڑھتا ہے یا اسلامی تعلیمات پر عمل بھی کرتا ہے؟ اسلامی تعلیمات سے میری مراد وہ نہیں ہے جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے بلکہ یہ ہے کہ کیا یہ طوطا حرام وحلال کا خیال رکھتا ہے کسی پر بغیر ثبوت کے الزام تو نہیں لگاتا اور اس الزام کو آگے تو نہیں پھیلاتا؟ ہمسایوں کا خیال رکھتا ہے، جھوٹ نہیں بولتا، کلمہ حق بغیر کسی مصلحت کے کہتا ہے۔ استحصالی نظام کے خلاف ہے امارت اور غربت کے فاصلے کو ناپسند کرتا ہے وغیرہ وغیرہ، مگر شکر ہے میں نے پوچھا نہیں کیونکہ مجھے ابھی ابھی یاد آیا کہ یہ بیچارہ تو پنجرے میں بند ہے اور چاہے کوئی غلام فرد ہو اور یا کوئی غلام قوم ہو، اس کی اخلاقیات اور مذہب کی تشریح آزاد افراد اور آزاد اقوام سے مختلف ہوتی ہے - اس وقت صرف یہ طوطا ہی نہیں ! امت مسلمہ اہل مغرب اور اپنے حاکموں کی غلام ہے چنانچہ ہماری مذہب کی تشریح نماز روزے سے شروع ہو کر نماز روزے پر ختم ہو جاتی ہے، یہ دور ملوکیت کی تشریح ہے جس میں نماز روزے کے پابند ظالم وجابر حکمرانوں کو دین دار قرار دیا جاتا ہے جس کی رو سے پابند صوم وصلوۃ اسمگلر فراڈیا بلیکیا اور خائن شخص ہی دین دار ہے - مذہب کی وہ تشریح جس میں صوم وصلوۃ کو حقوق العباد پر ترجیح نہیں دی جاتی، ہمارے ان آئمہ نے کی جنہوں نے اس کی پاداش میں حاکموں سے کوڑے کھائے۔ اور جو پھانسیوں پر لٹکائے گئے۔ لہٰذا طوطے کے حوالے سے اس طرح کے سوالات کرنا زیادتی کی بات ہے ہم بھی کلمہ پڑھتے ہیں یہ طوطا بھی کلمہ پڑھتا ہے اس کے بعد ہم گھناؤنے جرائم کا ارتکاب بھی کریں، دوزخ کے دروازے ہم پر بند رہیں گے۔ شہنشاہوں کا شکریہ کہ ان کی بدولت سرکاری نیتوں کی یہ چھوٹ ہم عامیوں کو بھی میسر آ گئی ورنہ مسلمان کہلانا تو بہت مشکل کام تھا کالم کے آغاز میں میرا خیال تھا کہ ان جامعہ اشرفیہ میں ایک دین دار طوطا ہے جبکہ کالم کے اختتام تک پہنچتے پہنچتے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہم سب دین دار طوطے ہیں جو نہیں ہیں میں ان سے معذرت خواہ ہوں؟

بقیہ صفحہ 56 سے آگے

غالباً" مذہبی عزت اور ذاتی حمیت سے تہی دامن تھے ورنہ یہودی ایجنڈا اتنی دیدہ دلیری سے پیش نہ کیا جاتا اور اس پر تیزی سے مزید پیش رفت نہ ہو سکتی-اگر ملت اسلامیہ کی اپنے دین سے وابستگی بالکل ختم نہیں ہو گئی اور ان کی ملی عزت وحمیت بالکل ختم نہیں ہو گئی تو مسلمانان عالم کو اس ملحدانہ ایجنڈے کے عزائم ومقاصد کو سمجھتے ہوئے اس سے مکمل لاتعلقی کا اعلان کر دینا چاہئے اور اگر ناگزیر ہو تو اقوام متحدہ سے علیحدگی کی دھمکی دینی چاہئے اگر خدانخواستہ مسلمان قائدین نے منافقت سے کام لیا تو وہ یہودیوں کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس کر مسلمانان عالم کی تباہی کی بنیاد رکھیں گے کیونکہ جلد ہی اقوام متحدہ بہ نوک شمشیر ہم سے اس طاغوتی قانون پر عمل درآمد کرائے گی۔ کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ کرہ ارض پر بسنے والے تمام مسلمان یہودیوں کے اس ناپاک منصوبے کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں؟

فی الحال تو یہ خطرہ ٹل گیا ہے لیکن نصرانیوں اور یہودیوں کا یہ پرانا طریقہ واردات ہے کہ وہ پہلے کوئی معاملہ سامنے لے کر آتے ہیں اس پر اصرار نہیں کرتے لیکن اس پر عمل درآمد کے لئے راہ ہموار کرتے رہتے ہیں -ہمیں ایسے کسی بھی وقت کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہئے یہ تمام کوششیں مسلمان معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے ہیں اور ہمیں کمزور کرنے کے لئے ہیں-کیونکہ کافر اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ جذبہ جہاد سے سرشار مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے ایسے ہتھکنڈے استعمال کر کے انہیں کمزور کر دیا جائے کہ یہ جہاد کے قابل ہی نہ رہیں

(بشکریہ روزنامہ خبریں)

www.naqshbandiaowaisiah.com

پتھر کے گولے سے ایٹم بم تک

انسان نے مختلف ادوار میں جنگ و جدل کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے حالات بدلنے کے ساتھ ساتھ انسان نے ترقی کی اور جنگوں میں جانوروں کی جگہ جہاز بطور سواری اور تلواروں کی جگہ بارودی اسلحہ استعمال ہوتا ہے۔ ذیل میں مختلف ادوار میں ہونے والی جنگی واقعات کی تفصیل قسط وار بیان کی جارہی ہے۔ اس چنگیز خان کے دور کے واقعات اور اس کی جنگی حکمت عملی بیان کی جارہی ہے۔

گزشتہ سے پیوستہ

آج اکیسویں صدی جا رہی ہے اور جانوروں کی جگہ ذرائع آمد و رفت میں مشینیں آگئی ہیں، لیکن یہ بات عجیب و غریب ہے کہ جہاں تک حرکت (موبلٹی) کا تعلق ہے، چنگیزی افواج سے زیادہ تیز رفتار گراؤنڈ موبائل فورس آج تک منظر عام پر نہیں آسکی۔ اس دور میں نہ ریاضی کا اتنا زیادہ چرچا تھا اور نہ سائنس اور ٹیکنالوجی نے اتنے ہاتھ پاؤں نکالے تھے۔ لیکن اسے چنگیز خاں کی جبلی خوبی کہہ لیں یا یہ شائد اس کی وجدانی بصیرت تھی کہ اس نے یہ راز پالیا تھا کہ طاقت (فورس) درحقیقت ولاسٹی (سپیڈ) کے مربعہ اور تعداد (Mass) کا حاصل ہوتی ہے۔ آج تک دنیا کا کوئی دوسرا کمانڈر پہل کاری (Initaltiv) کے اسرار و رموز سے اس قدر واقفیت نہیں رکھتا تھا جتنی چنگیز خان کو حاصل تھی۔ حد یہ ہے کہ جب سٹریٹیجک مشن دفاعی ہوا کرتا تھا تو بھی صحرائے گوبی کا یہ پروردہ حملہ کرنے پر یقین رکھتا تھا اور حملاتی ایکشن کو بروئے کار لاتا رہتا تھا۔

جب بھی کسی فوجی مہم (Compaign) کا آغاز ہوتا تو منگول ڈویژن (تومان) ایک وسیع و عریض محاذ پر تیزی سے نقل و حرکت کیا کرتا تھا۔ تومان کے جو بڑے بڑے عناصر تھے۔ ان کے ساتھ صرف ہرکاروں (Couriers) کے توسط سے رابطہ رکھا جاتا تھا۔ (ان دنوں ٹیلی فون اور وائرلیس تو ہوتے نہیں تھے) جب بھی کسی دشمن فورس کا حصے (بریگیڈ/ بٹالین وغیرہ) کا مقصود بن جاتا۔ تیز رفتار جمعیت (تعداد) اس کی پیش قدمی کی سمت کے بارے میں تمام تر معلومات و اطلاعات فوری طور پر سنٹرل ہیڈ کوارٹرز کو ارسال کی جاتی تھیں اور پھر وہاں سے احکام جاری ہوتے تھے۔ ساری فیلڈ یونٹوں کو مطلع کر دیا جاتا۔ اگر دشمن کی فورس کا سائز چھوٹا ہوتا تو لوکل کمانڈ خود اس سے نمٹ لیتے اور اگر تعداد میں دشمن فوج زیادہ ہوتی تو منگول فوج کا بڑا حصہ ایک کیولری سکرین (پٹرول) کے عقب میں اکٹھا ہو جاتا۔ کوشش کی جاتی کہ دشمن کے مختلف اجزاء ایک مقام پر مجتمع نہ ہونے پائیں اور ایسا کرنے سے پہلے ہی انہیں تیزی سے پیش قدمی کرکے فردا" فردا" نگیج کر لیا جاتا اور برباد کر دیا جاتا۔

چنگیز اور اس کے سارے نائب کمانڈروں میں سب سے بڑی خوبی ندرت فکر تھی۔ وہ گھسی پٹی اور سٹیریو ٹائپ قسم کی چالوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ ہر دم کوئی نہ کوئی نئی چال چلنے کو ترجیح دیتے اور دشمن کو حیران کرنے میں ان کو بہت لطف آتا۔ اگر دشمن کی فوج کی لوکیشن کا حتمی علم ہو جاتا تو کوشش کی جاتی کہ اس کے عقب یا بازوؤں پر حملہ کیا جائے۔ بعض اوقات دشمن سے ملاپ کرکے توڑ لیا جاتا اور یہ تاثر دیا جاتا کہ منگول شکست کھا کر پسپا ہو رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ لوگ تازہ دم گھوڑوں پر سوار ہو کر اچانک پلٹتے اور ناگہانی یلغار کرکے جنگ کا پانسہ پلٹ دیتے۔

منگول لشکر کا معمول یہ تھا کہ وہ متوازی راستوں پر اپنی ہلکی کیولری کے پیچھے پیچھے حرکت کرتے۔ یہ موو ایک وسیع محاذ پر ہوتی۔ اگر دشمن زیادہ قوی ہوتا تو نقل و حرکت کے اس انداز میں لچک کی کافی گنجائش موجود ہوتی۔ اگر دشمن زیادہ طاقتور ہوتا تو منگول کالم اسے ہولڈ کرتا یا پیش قدمی کر جاتا۔ دریں اثناء باقی کالم (دستے) اپنا سفر جاری رکھتے۔ اس کا مقصد دشمن فوج کو کنفیوژ کرنا ہوتا تھا۔ ایک کالم بیک وقت جب ہولڈ کر رہا ہو اور دوسرے کالم بدستور دائیں بائیں اور عقب میں آگے بڑھتے جائیں تو یہ عسکری معمولات سے ہٹ کر ایک بات ہوگی۔ منگول معمولات سے ہٹ جاتے اور روایت سے بغاوت کو ہی اپنی منزل سمجھتے تھے۔ دشمن ابھی حیص بیص اور کش مکش میں گرفتار ہوتا کہ دائیں بائیں، عقب کے کالم اس کا گھیراؤ کر لیتے۔

تمام جنگی معرکوں کا لب لباب یہ ہے کہ کسی ایک فیصلہ کن مقام پر دشمن سے زیادہ پاور فل فورس اکٹھی کر لی جائے تاکہ اسے شکست دی جاسکے۔ ایک مثال سے بات واضح ہوگی۔ فرض کریں آپ کے پاس ایک ڈویژن فوج ہے اور آپ کے دشمن کے پاس تین ڈویژن فوج ہے لیکن دشمن اس تین ڈویژن فورس کو تیس مقامات پر پھیلا چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ پر ایک ڈویژن کا دسواں حصہ لگا ہوا ہے۔ اب اگر آپ کے پاس ایک ڈویژن فورس ہے اور آپ کسی فیصلہ کن مقام کو چن کر وہاں اپنا آدھا ڈویژن لے آتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کا آدھا ڈویژن دشمن کے ایک بٹا دس ڈویژن سے مصروف جنگ ہوگا۔ یعنی آپ کو دشمن پر ایک کے مقابلے میں پانچ کی برتری حاصل ہوگی اور یہ برتری کامیابی کی دلیل بلکہ دلیل محکم بن جاتی ہے۔ کسی عسکری کمانڈ کا کمال فن یہی ہے کہ وہ اپنی کم تعداد فورس کو اس طرح استعمال کرے کہ دشمن کی زیادہ تعداد فورس کو تقسیم کرکے اس پر غلبہ حاصل کرلے.... چنگیز خاں کے کمانڈر اور وہ خود اس فن میں یہ طولی رکھتے تھے۔

www.naqshbandiaowaisiah.com

حملہ آور منگول فورس کی ترتیب صف بندی اسی طرح ہوتی تھی کہ اس میں پانچ صفیں ہوتی تھیں۔ ان کا آپس میں فاصلہ کافی ہوتا تھا۔ پہلی دو صفوں میں بھاری کیولری ہوتی تھی جبکہ باقی تین ہلکی کیولری پر مشتمل ہوتی تھیں۔ جب دشمن فورس نزدیک آتی تو آخری تین ہلکی کیولری کی لائنیں (صفیں) اولین دو صفوں کے باہمی گیپ (Gaps) سے نکل کر دشمن کو انگیج کرتیں۔ ان کے تیر ہلکے اور کثیر ہوتے تھے۔ تیراندازی کی یہ کثرت دشمن کو ہلا کر رکھ دیتی۔ بعض اوقات تو یہ ہلہ کافی ہوتا اور بھاری کیولری کو استعمال کرنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ تاہم اگر مان کمانڈر یہ محسوس کرتا کہ یہ ابتدائی تیراندازی اپنا اثر دکھا چکی ہے تو کمانڈر کے ایک خاص اشارے (سگنل) پر یہ تینوں ہلکی صفیں ملاپ توڑ کر پسپا ہوجاتیں۔ دشمن سمجھتا شاید اسے آرام کا وقفہ مل گیا ہے۔ لیکن فوراً ہی پہلی دو صفیں بڑی شدت سے دشمن پر حملہ کردیتیں۔

منگول فوج کے اس قسم کے غیر روایتی حربے اور طریقے روایات کے اسیر افواج کو حیرت زدہ کرکے ان سے پہل کاری چھین لیتے اور وہ مغلوب ہوکے رہ جاتے۔

منگولوں کا فن محاصرہ

دشمن کے خلاف کسی محفوظ علاقہ میں محصور ہو کر بیٹھ جانا ایک قدم عسکری روایت ہے۔ سکندر اعظم اور جولیس سیزر کے زمانے میں بھی محاصرے ہوتے تھے۔ سکندر نے مصر' ایران اور ہندوستان میں بہت سی محاصراتی لڑائیاں لڑیں' لیکن منگول چونکہ شہروں میں نہیں بلکہ صحراؤں میں رہتے تھے' اس لئے محصور ہو جانے سے ان کو نفرت تھی۔ وہ پوری شدت سے محاصرہ توڑنے کی تگ و دو میں مصروف ہو جاتے تھے اور جب تک محصور فوج کو تباہ و برباد نہ کرلیتے' ان کی نفسیات چین نہیں پاتی تھی۔

چنگیز خان کی اولین لڑائیاں چین میں ہوئیں۔ چینی محصور ہو جانے کے فن میں ماہر تھے۔ آج بھی دیوار چین ان کے اس قومی رجحان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اہل چین نے چنگیز کے کیولری حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور منگول افواج کو کئی بار واپس ناکام لوٹنا پڑا۔ شہروں اور قلعوں کی موٹی موٹی اور مستحکم فصیلیں منگول حملہ آوروں کو بے بس کر دیتی تھیں۔ چنانچہ چنگیز نے اس موضوع پر بہت تفکر و تدبر کیا۔ وہ نرا' وحشی اور عاقبت اندیش قسم کا کمانڈر نہیں تھا' بلکہ اپنی جنگی حکمت عملی پر بہت سوچ بچار کیا کرتا تھا۔ خاصے غور و فکر کے بعد اس نے محصور افواہ پر کامیاب حملہ کرنے کے طریقے دریافت کر لئے۔

محاصرہ توڑنے کے لئے اس نے باقاعدہ ایک الگ انجینئرنگ کور تشکیل دی۔ اس میں نئے ہتھیار' آلات اور اوزار رائج کئے۔ ان سب کو بر سر پیکار لانے کے لئے بہت سے سواری کے جانور بھی استعمال کئے۔ یعنی باقاعدہ ایک محاصراتی ٹرین (Train Seige) بنائی' جو حملہ آور فوج کے ہمراہ رکھی جاتی تھی۔ اس نے اس کام کے لئے بہت سے چینی انجینئر بھرتی کئے۔ ان کو پرکشش مراعات کی پیشکش کی اور انکار کرنے کی صورت میں خطرناک انجام کی دھمکیاں دے کر اپنا کام نکالا۔

چنگیز اور اس کے نامور ماتحت جرنیل مثلاً سبوتائی اور جوجی وغیرہ سب کے سب ندرت فکر کی نعمت سے مالا مال تھے۔ وہ ایک فطری جنگجو تھے۔ منگول حملہ آور فوج جب کسی شہر پر حملہ کرتی اور شہر کی آبادی اگر محصور ہو کے بیٹھ جاتی تو چنگیزی ٹروپس شہر کو بازوکش کرکے آگے بڑھ جاتے۔ دوسرے چھوٹے بڑے قصبوں اور شہروں پر تباہی وارد کرتے اور مقتولین کے سروں کے مینار بنا کر قلعہ بند شہر کے سامنے یا فصیلوں کے چاروں اطراف میں کھڑے کر دیتے۔ یہ ان کا ایک نفسیاتی حربہ تھا۔ آس پاس کی بربادی کی جو خبریں محصورین شہر کو ملتیں ان سے ان کی ہمت ٹوٹ جاتی اور وہ بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چنگیز اپنی انجینئرنگ کور کو حکم دیتا اور وہ مختلف طریقوں سے محاصرہ توڑنے میں لگ جاتی۔

انجینئرنگ کور کی کارروائی

منگول فوج کی محاصراتی ٹرین میں منجنیق' بیلستا' محاصرہ توڑنے والا برج' محاصرہ توڑنے والی رکین اور ایک خاص سائز کی ڈھال شامل تھی۔ منجنیق میں بھاری پتھر رکھ کر اسے قلعے کی دیواروں پر پھینکا جاتا تھا۔ بیلستا ایک قسم کی نیزہ انداز مشین تھی۔ اس میں نیزہ کو تیر کی طرح رکھ کر ایک لیور کے ذریعے قلعہ کے نگہبانوں پر پھینکا جاتا۔ یہ ایک بہت موثر ہتھیار تھا۔ جب اس طرح کے درجنوں نیزے کسی شہر کی فصیل پر یکبارگی پھینکے جاتے تو فائر سے جگہ جگہ شگاف پڑ جاتے۔ پھر چنگیز کے حکم پر ایک بہت بڑا برج یا مینار فصیل کی طرف دھکیل دیا جاتا۔ اس مینار کے نیچے کی منزل میں فصیل کو توڑنے کے لئے ایک بہت بڑا رسوں اور کمندوں کے ساتھ ایس ایس جی ٹائپ کے کمانڈوز بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ مینار ایک ریم (Ram) فصیل کی دیوار کے ساتھ لگا دیتا اور کمانڈوز وہاں سے نکل کر فصیل پر چڑھ جاتے اور وہاں موجود محافظوں کو قتل کرنا شروع کر دیتے۔ دوسری طرف خصوصی دستے ایک قسم کی ڈھال کی اوٹ میں فائر کرتے ہوئے آگے بڑھتے جاتے۔ اس ڈھال کو (Matelets) کہا جاتا تھا۔ رہی سہی کسر وہ کرین پوری کر دیتی جس کے ذریعے ایک ترازو میں چند سپاہیوں کو بٹھا کر فصیل کے برج پر اتار دیا جاتا۔ ان لوگوں کو آپ ایک نوع کے پیرا ٹروپر یا چھاتہ بردار فوجی بھی کہہ سکتے ہیں۔ منگول فوج ان جیسی تدابیر کو کام میں لے کر آن کی آن میں محصور گیریژن کو ناک آؤٹ کر ڈالتی۔ محصورین کی سزا ان کی شدت مزاحمت پر منحصر ہوتی تھی۔ اگر قلعہ بند سپاہ زیادہ مزاحمت کرتی تو چنگیز قتل عام کا حکم دیتا اور اگر جلد ہتھیار ڈال دیتی تو اسے کم سزا ملتی۔

منگول چھپ کر حملہ کرنے اور گھات لگانے میں بھی بہت ماہر تھے۔ وہ بعض اوقات شہر کے اتنے نزدیک پہنچ جاتے کہ لوگوں کو خبر بھی نہ ہوتی اور وہ قلعے کے دروازوں میں داخل ہو کر رات کو دروازہ کھول دیتے اور اس طرح منگولوں کا بڑا لشکر (Main Body) بغیر کسی مزاحمت کے شہر میں داخل ہو جاتا۔ منگولوں کو انسانی نفسیات کا گہرا شعور حاصل ہوتا تھا۔ وہ اپنی محاصراتی ٹرین کا استعمال اس خوبی سے کرتے کہ محصورین کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملتی۔ اگر کوئی دشمن

باقی صفحہ 20 پر

www.naqshbandiaowaisiah.com

شفاء کی پڑیا

بشریٰ اعجاز ملک کی مشہور افسانہ نگار اور شاعرہ ہیں۔ ان کی شاعری میں صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے۔ امیر محمد اکرم اعوان کی شخصیت سے متاثر ہیں۔ زیر نظر تحریر میں انہوں نے ایک ایسی ہی ایک محفل کے حوالے سے اپنے تاثرات بیان کئے ہیں جس کے روح رواں امیر محمد اکرم اعوان تھے۔

تحریر۔ بشریٰ اعجاز

اسلام آباد کے ہوٹل شیزان میں اس روز خوب رونق تھی اہل ادب جمع تھے۔ ہال میں سکوت طاری تھا' سامنے کرسی پر وہ شخصیت تشریف فرما تھی جس کی خاطر یہ بزم سجائی گئی تھی۔ مولانا محمد اکرم اعوان اپنی نرم مسکراہٹ اور دوستانہ انداز میں اہل اللہ کا ذکر کر رہے تھے' محبت کی وہ منزل جس کے ایک کنارے پر رب رہتا ہے جس کے دوسرے کنارے رب کے رسول ﷺ کا قیام ہے' جس کا سلسلہ دل کی گزرگاہ سے ہو کر نکلتا ہے دل کی گزر گاہ جہاں ہو کے نور کی فروانی ہے اس نور کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے بے دریغ لٹانے والی شخصیت' رب کے ساتھ بندے کے تعلق کو بڑے سادہ انداز میں بیان کر رہی تھی۔ فنافی الشیخ فنافی الرسول ﷺ اور فنافی اللہ' ان تینوں درجات کا ذکر وہ عالمانہ اور ناصحانہ نہیں بلکہ خالص دوستانہ انداز میں کر رہے تھے۔

مگر سرما کی اس خشک شام' شیشے کی دیوار کی پرلی طرف جو دنیا تھی اس میں آوازیں تھیں ہنگامہ تھا' آنکھوں کو چکا چوند کر دینے والی بے حجاب روشنی تھی' جس میں نظر کو کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ حاضرین محفل میں سے کچھ بغور سن رہے تھے کچھ دیکھ رہے تھے اور کچھ بے چینی سے پہلو بدل رہے تھے۔ عہد حاضر کے اس بے مثل صوفی کی باتیں ہم جیسوں کے تو سر سے گزر ہی رہی تھیں' مگر میں نے دیکھا اہل دانش بھی ذہنی طور پر کچھ غیر حاضر تھے مگر وہ تھے کہ اپنی دھن میں بہے جا رہے تھے۔ ان کے خطاب کے بعد سوالات کا سلسلہ شروع ہوا جو خاصی دیر چلتا رہا۔ اسی دوران اشفاق صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا' حضرت جو آپ نے فرمایا وہ بجاء اس سے انکار کی مجال نہیں' مگر عرض یہ ہے ہمیں اور کچھ نہیں شفاء کی پڑیا چاہئے جو ہمارے اندر کی حالت بدل دے۔ یہ سن کر صوفی کی آنکھوں میں ایک انوکھی چمک جاگی' ان کے چہرے پر ایک عجیب روشن سی کیفیت کا رنگ پھیل گیا' انہوں نے دھیمی مسکراہٹ سے اثبات میں سر ہلایا۔ میں دم بخود تھی حاضرین محفل پر صوفی نے تصوف کی پٹاری سے شفا کی پڑیا نکالی تو میں نے دیکھا' تعویز گنڈوں کی پٹاری سے شفا کی پڑیا نکالی تو میں نے دیکھا' تعویز گنڈوں ٹونے ٹوٹکوں اور اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے شارٹ کٹ کے عادی مجھ جیسوں کے منہ لٹک گئے۔ یہ کیا' تزکئے کے لئے اتنی مشقت' اتنا مجاہدہ' تنہا بیٹھ کر اللہ ہو کا ذکر یعنی سانس کے اندر باہر مارا ماری۔ بھلا فی زمانہ اتنا وقت کسی کے پاس ہے' جو اس مشقت سے گزرتا پھرے ڈسپوزیبل رشتوں اور چیزوں کے دور میں گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ بھاگتے انسان کو اتنی فرصت کہاں سب کی خاموش رائے سے میں بھی متفق تھی انہوں نے اللہ ہو کے ذکر کی مشق کرائی۔ دنیا میں افرادی طاقت کے لحاظ سے مسلمان پہلے نمبر پر ہیں دنیا کی چھ ارب کی آبادی میں دو ارب مسلمان ہیں باقی چار ارب ایک سو بائیس قومیں ہیں۔ مسلمان نماز پڑھتے ہیں زکوۃ بھی ادا کرتے ہیں حج کے لئے اتنی درخواستیں وصول ہوتی ہیں کہ قرعہ اندازی کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ تو پھر کیا بات ہے مسلمان ترقی میں اقوام عالم سے کیوں اتنا پیچھے ہیں؟ مجھے تو اس کی ایک ہی وجہ سمجھ میں آتی ہے اور وہ ہے ذکر الٰہی کی کمی' میں

باقی صفحہ 9 پر